طریق النجات

تالیف

عارف باللہ حضرت علامہ محمد حسن صاحب فاروقی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

طریق النجات

تالیف

عارف باللہ حضرت علامہ محمد حسن صاحب فاروقی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

اردو ترجمہ

حضرت مولانا محمد ہاشم جان صاحب مجددیؒ ابن حضرت مصنف رحمۃ اللہ

ٹنڈہ سائیں داد، حیدر آباد، سندھ

تصحیح و ترتیب

حافظ محمد اشرف مجددی

ناشر

مکتبہ نعمانیہ

اقبال روڈ ○ سیالکوٹ

www.sirat-e-mustaqeem.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب : ________ "طریق النجات"

مصنف : خواجہ پیر محمد حسن جان مجددی سرہندی (رحمۃ اللہ علیہ)

مترجم : مولانا حافظ پیر محمد ہاشم جان سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

تصحیح و ترتیب : حافظ محمد اشرف مجددی سیالکوٹ

اشاعت اول :— ۱۹۳۱ء / ھ

اشاعت دوم :— ۱۹۷۹ء / ۱۴۰۰ھ

تعداد :— ۱۱۰۰

ناشر : مکتبہ نعمانیہ اقبال روڈ، سیالکوٹ

کتابت : ________ محمد حنیف قریشی دھیڈ والی ڈسکہ (ضلع سیالکوٹ)

قیمت : ۱۲/= روپے

www.sirat-e-mustaqeem.com

فہرست "طریق النجات"

عرض ناشر	
تعارف مصنف کتاب	
تعارف مترجم	
عرض مترجم	۱
تمہید	۵
نجاتِ آخرت کا دارومدار	۶
ایمان کامل کے معنی	۶
اطمینانِ قلب کے بارگاہ ایزدی میں مشاہدہ کے لیے انبیاء کا سوال کرنا۔	۱۰
حضورِ اقدس کے اطمینان کی شان	۱۲
فصل (عقل معاش اور عقل معاد)	۱۴
فصل (ایک عقلی اعتراض اور اس کا جواب)	۱۹
فصل (عقلِ ناقص کی پیروی ہلاکت کا سبب ہے)	۲۴
اسلام کی بنا تسلیم و یقین پر ہے۔	۲۵
اللہ پر ایمان	۲۵
فرشتوں پر ایمان	۲۶
خدا کی کتاب اور رسولوں پر ایمان	۲۷
یوم آخرت پر ایمان	۲۹
تقدیر پر ایمان	۳۰
مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان	۳۵
فصل (عذاب آخرت سے نجات دینے والے امور)	۳۶
فضائل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم	۳۷
فضائل اہلِ بیت و آلِ اطہار رضی اللہ عنہم	۴۴
تنبیہ حسن	۴۵
معذرۃ	۴۶
فصل۔ ان چیزوں کا بیان جو عذاب الٰہی سے نجات کا سبب ہیں	۴۹
تیجریہ	۴۹
اہلِ قرآن	۵۰
رافضیہ، خارجیہ اور معتزلہ وغیرہ	۵۱
فائدہ مہمہ (ضرورت تقلید)	۵۴
فائدہ مہمہ (غیر مقلدین کا اعتراض اور اس کا جواب)	۶۷
تعریف و تقسیم بدعت	۶۷
فصل۔ اعمال بدنیہ	۷۰
اخلاص نیت	۷۱
پانچ نمازوں کی ادائیگی کا طریقہ اور نماز مترجم مکمل مع ضروری وظائف	۷۲
نماز کے اسرار	۸۰
روزہ	۸۲
حج	۸۵
زیارت مدینہ	۸۸
زکوٰۃ	۹۰
نفلی صدقہ	۹۲

www.sirat-e-mustaqeem.com

فصل (اعمالِ روحانیہ)	۹۴
غضب	۹۸
کینہ اور حسد	۱۰۰
بخل اور مال کی محبت	۱۰۱
حرص اور طمع کی برائی اور قناعت کی مدح	۱۰۲
بخل کی مذمت	۱۰۳
ریا کی مذمت	۱۰۴
کبر کی مذمت	۱۰۶
فصل - آفاتِ زبانی	۱۰۸
فحش، گالی بکنا، بکواس اور بدگوئی	۱۰۹
شعر - اور خوش طبعی اور ٹھٹھا تمسخر	۱۱۰
جھوٹ بولنا اور جھوٹی قسم کھانا	۱۱۱
غیبت	۱۱۲
چغلی کھانا	۱۱۴
شکم پُری	۱۱۶
بھوک کی فضیلت	۱۱۷
فصل (نجات دہندہ امور کے بیان میں) توبہ	۱۱۸
صبر	۱۲۱
شکر	۱۲۳
خوف اور اُمید	۱۲۶
تقویٰ	۱۳۰
زہد اور فقر	۱۳۴
توکل	۱۳۷
محبتِ الٰہی	۱۴۰
رضا	۱۴۴
رضا اور دعا	۱۴۶
کفار سے بغض	۱۴۸
اخلاص	۱۵۰
سچائی	۱۵۴
فصل (تصوف کا لب لباب)	۱۵۶
انتخاب ارشاداتِ عارف باللہ شیخ احمد اسکندرانی رحمۃ اللہ علیہ	۱۵۷
مقالاتِ حکمت	۱۸۰
رسالہ تنویر در بیان مسئلہ تقدیر	۱۸۹
تقریظات علماء کرام	۲۱۲

www.sirat-e-mustaqeem.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

عرضِ ناشر

"طریق النجاۃ" آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ آج تک بہت سی کتابیں لکھی گئیں۔ جن کا حد و شمار ہماری طاقت سے باہر ہے۔ لیکن وہ کتابیں جن سے انسانیت کا سبق ملے، ہدایت کا راستہ معلوم ہو اور ان پر عمل کر کے نجات و سعادت حاصل ہو، ایسی کتابوں کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔ زیرِ نظر کتاب دیکھنے میں چھوٹی سی کتاب ہے، حقیقت میں بڑی عظیم اور مفید کتاب ہے کیونکہ مغز تھوڑا ہی ہوا کرتا ہے۔ غور فرمایئے آدمی اشرف المخلوقات ہے لیکن اس کا دماغ اور مغز شاید تمام جسم کا ہزارواں حصہ ہوتا ہو۔ ایسے ہی اگر آپ دل کو دیکھیں جو سارے جسم کا بادشاہ ہے جس کی حرکت بند ہونے سے سارا جسم مٹی کا ڈھیر ہو جاتا ہے۔ تجربہ شاہد ہے کہ ہر چیز کا مغز اور نچوڑ مقدار میں تھوڑا ہی ہوتا ہے لیکن قدر و قیمت میں سب سے بڑھ کر بلا مبالغہ یہی حال اس کتاب کا ہے اس کے چھاپنے کی غرض صرف اور صرف یہ ہے کہ ہمارے مسلمان بھائی اس مصروفیت کے دور میں بڑی بڑی اور زیادہ کتابوں کا مطالعہ کرنے کے لیے زیادہ وقت نہیں نکال سکتے اس لیے ایک ایسی مختصر دستاویز کی ضرورت تھی جو ہدایت کی کنجی ہو ان کے ہاتھوں میں پہنچا دی جائے تاکہ اس پر عمل کر کے اصلی کامیابی اور عذاب آخرت سے نجات پائیں۔

"طریق النجاۃ" کے متعلق بڑے بڑے علماء اور فضلاء نے بہترین اور قیمتی رائیں ارشاد فرمائی ہیں بطور نمونہ چند تحریریں پیش کی جاتی ہیں تاکہ قارئین کو اس کتاب سے فائدہ اٹھانے کی رغبت ہو اور راہ نجات نصیب ہو۔

علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"یہ کتاب عقائد، فقہ اور تصوف کے بنیادی مسائل پر مشتمل ہے جن کا ذکر حدیث جبریل میں اسلام، ایمان اور احسان کے الفاظ سے کیا گیا ہے، مصنف علام

www.sirat-e-mustaqeem.com

نے ایسے نئے اسلوب پر تالیف فرمایا ہے جس سے ذہن وقت نہیں محسوس کرتے اور صحیح عقائد عقلی اور نقلی دلائل سے پیش فرمائے ہیں۔"

فاضل اجل حضرت مولانا عبدالقیوم سندھی (مرحوم) تحریر فرماتے ہیں:

"یہ کتاب جنت کی طرف (جانے والا) صراطِ مستقیم ہے، انسانوں اور جنوں کے لیے نجات کی راہ ہے، جس نے بھی اس کتاب کو لے کر پڑھا اور اس پر عمل کیا وہ ہدایت اور نجات پاگیا جس نے اس سے منہ موڑا اور انکار کیا وہ گمراہ اور سرکش ہوا۔ کیونکہ یہ کتاب خلاصہ ہے اس (کلام) کا جو رحمٰن نے نازل فرمایا اور عمدہ انتخاب ہے سید الانس والجان صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا الخ"

حضرت العلامہ مولانا محمد ابراہیم یاسینی (مرحوم) ناظم جمعیت احناف سندھ رقمطراز ہیں:

"یہ (طریق النجات) دنیا و آخرت کی کامیابی و کامرانی کا وسیلہ ہے اور یہ ذخیرہ ہے زندگی میں مرنے کے بعد کے لیے بھی۔ الخ"

علامۃ العصر حضرت مولانا محمد حسن مرحوم سجادہ نشین درگاہ کٹپار شریف و مفتی بلوچستان فرماتے ہیں:

"یہ (کتاب) ایک پُر رونق باغیچہ ہے یا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ اس کی ترتیب و تہذیب بہت عمدہ ہے، معانی کی اعتبار سے بڑی جامع اور الفاظ مختصر ہیں۔ الخ"

زبدۃ الفضلاء حضرت مولانا عبدالحی مرحوم سجادہ نشین درگاہ پٹ میاں صاحب راقم ہیں:

"طریق النجات" حاصل کرنے کے لیے جلدی کرو کیونکہ یہ کتاب جنت کے پھلوں تک پہنچانے والی ہے۔"

بہت سے علماء و مشائخ نے اس کتاب کی تعریف اور خوبیاں ذکر فرمائی ہیں۔ سب کے بیان کرنے کی یہاں گنجائش نہیں اور نہ ہی ضرورت ہے کیونکہ عقل مند کے لیے اشارہ ہی کافی ہوتا ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

اس اشاعت کی خصوصیات

کتاب ہذا کی اس اشاعت میں قارئین کی سہولت کے لیے چند چیزوں کا اضافہ کیا گیا ہے۔ اُمید ہے اہلِ علم حضرت پسند فرمائیں گے۔

(۱) ترجمہ کے ساتھ قرآنی آیات واحادیث کا اصل متن بھی درج کر دیا ہے۔

(۲) آیات شریفہ کا حوالہ پارہ اور رکوع نمبر کی صورت میں لکھ دیا ہے۔

(۳) اکثر احادیث کے ماخذ کا نام بھی حدیث کے ساتھ رقم کر دیا ہے۔

(۴) بعض دعاؤں کے تراجم پہلی اشاعت میں رہ گئے تھے ہم نے ان کا ترجمہ بھی شامل کر دیا ہے۔

تصحیح میں حتی الوسع کوشش کی گئی ہے۔ تجربہ شاہد ہے کہ پھر بھی اغلاط رہ جاتی ہیں۔ صاحب علم حضرات جو غلطی دیکھیں مطلع فرمادیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درستی ہو سکے۔

⊙ مناسب معلوم ہوتا ہے جس کتاب کی اہمیت سطور بالا میں پڑھ چکے ہیں اس کے عظیم مصنف اور مترجم کا بھی مختصر تعارف آپ کی خدمت میں پیش کر دیا جائے۔ تاکہ مصنف علیہ الرحمۃ کی جامع شخصیت کو دیکھ کر کتاب کی جامعیت کا اندازہ ہو سکے۔

اے رب العلمین اس کتاب کے مصنف، مترجم اور ناشر و معاونین سب کی سعی کو مشکور فرما۔ (آمین)

محمد اشرف مجددی

www.sirat-e-mustaqeem.com

حضرت خواجہ پیر محمد حسن جان مجددی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

(مصنف کتاب ھذا)

ولادت آپ کی ولادت ۶ شوال المکرم ۱۲۷۸ھ میں قندھار (افغانستان) میں ہوئی۔ والد گرامی کا اسم مبارک حضرت خواجہ عبدالرحمٰن بن خواجہ عبدالقیوم بن شاہ فضل اللہ (رحمہم اللہ تعالیٰ) تھا۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز تک پہنچتا ہے۔ ۱۲۹۷ھ میں حضرت خواجہ عبدالرحمٰن افغانستان سے ہجرت فرما کر صوبہ سندھ میں آباد ہو گئے۔

تحصیل علم آپ نے علوم عقلیہ و نقلیہ والد ماجد سے حاصل کیے، مشاہیر علماء عصر سے بھی استفادہ کیا۔ جب آپ کے والد ماجد حج کے لیے گئے تو آپ بھی ساتھ گئے۔ وہاں جا کر حاجی رحمت اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے "مدرسہ صولتیہ" میں داخل ہوئے۔ اسی دوران آپ نے شیخ احمد دحلان اور شیخ الحدیث محمد ابو النصر دمشقی سے اسناد حدیث حاصل کیں۔ اور اپنے والد ماجد کے دست اقدس پر بیعت کی، پھر اپنے وطن واپس آ کر مذہب و ملت کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔[1]

علم و عرفاں جوہر کی قدر جوہری جانتا ہے بے علم آدمی کسی عالم کے علمی مقام کا کیا اندازہ کر سکتا ہے اور معرفت سے عاری انسان خدا رسیدہ بزرگ کے عرفان کو کیا جان سکتا ہے اسی لیے مشہور مقولہ ہے کہ "ولی را ولی می شناسد"۔ مصنف علیہ الرحمۃ کا مقام علماء اور اہل معرفت لوگوں میں کیا تھا، اس کا کچھ اندازہ کرنے کے لیے ہم اس وقت کے جید علماء اور مشائخ کے چند اقوال نقل کرتے ہیں جو انہوں نے "طریق النجاۃ" کی تقریظات میں بطور القابات درج فرماتے ہیں۔

۱۔ رئیس العلماء مولانا عبدالباقی رحمۃ اللہ علیہ ہمایوں قاضی سندھ و بلوچستان فرماتے ہیں:

"مَنْ فَاقَ فِی الْفَصَاحَۃِ وَالْبَلَاغَۃِ، وَاَقَرَّ لَہُ الْعُلَمَاءُ بِالْبَرَاعَۃِ وَ

---

[1] اکابر تحریک پاکستان ص ۲۲۷

www.sirat-e-mustaqeem.com

الذکاوۃ اجمع الفصحاء علی کمالہ، واتفق الفضلاء علی حسن خصالہ، وھو الحبر النحریر، والغیث المطیر، والبحر الغزیر والسمیدع الکبیر الماھر فی العلوم الشرعیۃ، والواقف فی الفنون الادبیۃ، العارف باللہ العلیم، والعالم بقواعد الدین القویم سیدنا وسندنا حضرۃ الخواجہ محمد حسن جان المجددی مدظلہ العالی۔

۲۔ رأس الفضلاء علامۃ العصر حضرت مولانا محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین درگاہ کشپار شریف مفتی بلوچستان فرماتے ہیں:

شیخ الاسلام وامام الانام حضرۃ الخواجہ محمد حسن جان الفاروقی السرھندی مابرحت اقمار فضلہ ساطعۃ۔

۳۔ سراج العلماء الفقیہ المشہور حضرت مولانا محمد قاسم مرحوم (گڑھی یٰسین ضلع سکھر سندھ) فرماتے ہیں:

العالم الربانی والعارف الحقانی البحر الزخار والغیم المدرار شیخ السنۃ وممیت البدعۃ ..... اجمع الفصحاء علی فصاحتہ اجماعا واتبع الفضلاء بنتہ اتباعا سیدنا وسندنا حضرۃ الخواجہ محمد حسن الفاروقی المجددی لازالت شموس فیوضہ بازغۃ۔

۴۔ حضرت مولانا العلامہ محمد ابراہیم الیاسینی ناظم جمعیۃ احناف صوبہ سندھ لکھتے ہیں:

"امام الھمام والبحر القمقام واقف الاسرار الحکمیۃ جامع الانوار القدسیۃ حافظ ملۃ الاسلام حاج بیت اللہ الحرام حکیم امۃ سید المرسلین شیخ الاسلام والمسلمین سیدی وسندی ملاذی ومعتمدی حضرتنا محمد حسن الفاروقی المجددی صاحب سجادۃ مجدد الف ثانی لازالت شموس فیضہ بازغۃ۔"

www.sirat-e-mustaqeem.com

۵۔ فاضلِ کامل حضرت مولانا عبدالغنی شاہ رحمۃ اللہ علیہ امام وخطیب جامع مسجد جیکب آباد تحریر فرماتے ہیں:

"ھُوَ وَارِثُ الْاَنْبِیَاءِ بِمِصْدَاقٍ صَحِیْحٍ وَاَصْفَی الْعُلَمَاءِ بِفَضْلٍ صَرِیْحٍ سِرَاجُ اُمَّۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ شَیْخُ الْاِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِیْنَ حَضْرَتِی الْخَوَاجَہ محمد حسن جان الفاروقی المجددی مَدَّ اللہُ ظِلَّہُ الْعَالِی"

۶۔ زبدۃ الفضلاء حضرت مولانا عبدالحی مرحوم سجادہ نشین درگاہ پٹ میاں صاحب رقم فرماتے ہیں:

"اَکْمَلُ الْکُمَلَاءِ اَفْضَلُ الْفُضَلَاءِ الْبَارِعُ الَّذِیْ اِلَیْہِ کُلُّ شَیْخٍ وَشَابٍّ وَالْکَامِلُ الَّذِیْ اَنَابَ اِلَیْہِ جَمِیْعُ اُولِی الْاَلْبَابِ ھَادِی النَّاسِ اِلٰی رَبِّ النَّاسِ مَوْلَانَا وَمُقْتَدَانَا حَضْرَۃُ الْخَوَاجَہ محمد حسن جان الفاروقی السرہندی المجددی زَیْنُ سَجَّادَۃِ الْاِمَامِ الرَّبَّانِیْ فَخْرُ اَخْلَافِ مُجَدِّدِ الْاَلْفِ الثَّانِیْ۔"

۷۔ وحید العصر فصیح اللسان حضرت مولانا صاحب داد مرحوم سلطان کوٹی فرماتے ہیں:

"اَلْعَلَّامُ ھَادِی الْاَنَامِ اِلٰی سُبُلِ السَّلَامِ قُدْوَۃُ الْاَوْلِیَاءِ الْعَارِفِیْنَ اِمَامُ الْعُلَمَاءِ الْمُتَّقِیْنَ حَامِلُ الرَّایَۃِ فِیْ مَیْدَانِ التَّحْقِیْقِ حَائِزُ قَصَبَاتِ السَّبْقِ فِی التَّدْقِیْقِ شَیْخُ الْاِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَارِثُ مَقَامَاتِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ حَضْرَتُنَا الْخَوَاجَہ محمد حسن الفاروقی"

۸۔ جامع معقول ومنقول واعظ الاسلام مولانا محمد سلیمان مرحوم لکھتے ہیں:

"اَلْاِمَامُ شَیْخُ الْاِسْلَامِ غَوْثُ الْاَنَامِ قُدْوَۃُ عُلَمَاءِ الْاَعْلَامِ مَجْمَعُ الْفَضْلِ وَالْکَمَالِ، مَرْجَعُ اَھْلِ الْمَعَارِفِ وَالْاَحْوَالِ، ذُوالْکَرَامَاتِ الظَّاھِرَۃِ وَالْمَقَامَاتِ الْفَاخِرَۃِ، مَنْبَعُ الْاَنْوَارِ الْبَاھِرَۃِ وَالسَّرَائِرِ الزَّاھِرَۃِ حَکِیْمُ الْاُمَّۃِ مُحْیِی السُّنَّۃِ مَوْلَانَا وَمُقْتَدَانَا حَضْرَۃُ الْخَوَاجَہ المجددی۔"

www.sirat-e-mustaqeem.com

۹ - فاضل اجل مولانا عبدالقیوم رحمۃ اللہ علیہ مدرس العربیہ ٹنڈہ سائیں داد فرماتے ہیں:

"هُوَ الْجَامِعُ بَيْنَ الشَّرِيْعَةِ وَالْحَقِيْقَةِ قَيُّوْمُ الزَّمَانِ مَرْجَعُ الْإِنْسِ وَالْجَانِّ بَحْرُ الْعُلُوْمِ الْعَقْلِيَّةِ مَعْدَنُ الْفُيُوْضِ الرَّبَّانِيَّةِ بُرْهَانُ الْمِلَّةِ وَالدِّيْنِ قَاطِعُ أَعْنَاقِ الْمُلْحِدِيْنَ سَيِّدُنَا وَمُرْشِدُنَا أَدَامَ اللهُ تَعَالٰى فُيُوْضَهُمْ وَبَرَكَاتِهِمْ۔"

۱۰ - عارف کامل علامہ لعل محمد مرحوم افغانی مدرس العربیہ کوئٹہ تحریر فرماتے ہیں:

"مَوْلَانَا وَبِالْفَضْلِ أَوْلٰنَا جَامِعُ أَشْتَاتِ الشَّرِيْعَةِ وَالْحَقِيْقَةِ مَانِعُ بِدْعَاتِ الْقَدِيْمَةِ وَالْحَدِيْثَةِ، اَلثَّمَرُ الْفَائِقُ فِي الدَّوْحَةِ الْعَلِيَّةِ النَّقْشْبَنْدِيَّةِ وَالنَّخْلُ الْبَاسِقُ فِي حَدِيْقَةِ الْفَارُوْقِيَّةِ الْمُجَدِّدِيَّةِ مَوْلَانَا الْحَاج حَضْرَةُ مُحَمَّد حَسَن حَفِظَهُ اللهُ ...."

۱۱ - مولانا الفاضل جامع شریعت و طریقت حضرت مولانا علامہ محمد نور بخش رحمۃ اللہ علیہ حنفی نقشبندی توکلی (صاحب تصانیف کثیرہ) فرماتے ہیں:

"اَلْعَالِمُ الرَّبَّانِيُّ الْخَوَاجَه مُحَمَّد حَسَن الْفَارُوْقِي الْمُجَدِّدِي زَيْنُ سَجَّادَةِ الْإِمَامِ الرَّبَّانِيِّ مُجَدِّدِ الْأَلْفِ الثَّانِي رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ ... اَلْمُصَنِّفُ الْعَلَّامُ۔"

ہر ذی شعور آدمی جان سکتا ہے کہ جس شخصیت کے بارے میں ہمعصر علماء و مشائخ ایسے الفاظ استعمال فرمائیں اور عمدہ القابات سے یاد کریں وہ کیسا جامع کمالات اور مردِ کامل ہوگا۔ آپ کے تفصیلی حالات و مقامات اور دینی و ملی خدمات کے بیان[1] کی ان صفحات میں گنجائش نہیں۔ صرف صاحب "اکابر تحریک پاکستان" کے مختصر اقتباس پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ تحریک آزادی میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ۱۲۹۶ھ میں جب افغانستان کے عوام نے انگریزوں کے خلاف جہاد کیا تو آپ کے والد ماجد نے انگریزوں کا ناطقہ بند کردیا۔ آپ کی عمر اس وقت صرف اٹھارہ برس تھی۔ اس

---

[1] مفصل حالات کے لیے "مونس المخلصین" از خواجہ عبداللہ جان المعروف شاہ آغا ملاحظہ فرمائیں۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

کم سنی کے باوجود آپ نے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ جنگ طرابلس میں مجاہدین کی بھرپور مالی مدد کی۔ تحریکِ خلافت میں سرگرمی سے حصہ لیا، مگر ہندوؤں سے اتحاد کی سختی سے مخالفت کی۔ تحریک ہجرت کے مسئلہ پر آپ نے عوام کو اس کے نقصانات سے آگاہ کیا۔ تحریکِ پاکستان شروع ہوئی تو صوبۂ سندھ میں آپ نے مسلم لیگ کی ڈٹ کر حمایت کی اور اپنے متوسلین کو بھی مسلم لیگ کی حمایت کا حکم دیا۔ [1]

تصانیف آپ کی تبحرِ علمی کا اندازہ ان تصانیف سے ہوتا ہے جو آپ نے یادگار چھوڑی ہیں ان میں سے چند ایک یہ ہے:

۱۔ شفاء الامراض (۱۳۱۴ھ) ۲۔ انیس المریدین (۱۳۱۶ھ) ۳۔ پنج گنج (۱۳۲۰ھ) ۴۔ سفرنامہ عربستان (۱۳۲۳ھ) ۵۔ تذکرۃ الصلحاء فی بیان الاتقیاء (۱۳۳۶ھ) ۶۔ انساب الانجاب (۱۳۴۰ھ) ۷۔ شرح حکم شیخ عطاء اللہ سکندری (۱۳۴۴ھ) ۸۔ الاصول الاربعہ فی تردید الوہابیہ (۱۳۴۶ھ) ۹۔ طریق النجات مع رسالہ التنویر فی اثبات التقدیر (۱۳۴۹ھ) ۱۰۔ رسالہ در قواعد تجوید (۱۳۴۹ھ) ۱۱۔ العقائد الصحیحہ فی بیان مذہب اہل السنۃ والجماعۃ (۱۳۶۰ھ) ۱۲۔ الاشارۃ الی البشارہ ۱۳۔ رسالہ فی باب صحت الجمعۃ فی القریٰ ۱۴۔ لغات القرآن وغیرہ وغیرہ [2]

وصال آپ کی وفات حسرت آیات ۱۳۶۵ھ ٹنڈو سائیں داد (سندھ) میں ہوئی۔ مزار مقدس مرجع خواص و عوام ہے۔

---

[1] اکابر تحریک پاکستان ص ۲۲۷ و ص ۲۲۸۔ [2] تذکرہ مظہر مسعود ص ۴۴۱۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

حضرت مولانا حافظ پیر محمد ہاشم جان سرہندی

مترجم "طریق النجات"

ولادت آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۲۳ھ میں ٹنڈہ سائیں داد تحصیل ٹنڈہ محمد خاں ضلع حیدر آباد (سندھ) میں ہوئی۔ آپ مصنف "طریق النجات" حضرت خواجہ محمد حسن جان سرہندی مجددی فاروقی قدس سرہٗ کے دوسرے صاحبزادے تھے۔ سلسلہ نسب تیرھویں پشت میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ النورانی سے ملتا ہے۔

تعلیم آپ نے گیارہ برس کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا۔ بعد ازاں ابتدائی تعلیم والد ماجد سے حاصل کرنے کے بعد دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں داخلہ لیا۔ مشہور فلسفی اور عالم حضرت مولانا علامہ معین الدین اجمیری اور دیگر اساتذہ سے پڑھا اور سند تکمیل حاصل کی، اجمیر شریف میں حکیم نظام الدین (برادر مولانا معین الدین اجمیری) سے فن طب حاصل کیا۔ اور سندھ واپس آکر تدریس و ارشاد اور طبابت میں مصروف ہو گئے۔[1]

خلافت آپ نے اپنے والد گرامی حضرت خواجہ محمد حسن سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی اور انہیں سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں اجازت و خلافت حاصل کی۔ حضرت مولانا پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ ان حضرات میں سے ہیں جنہوں نے بارہا مولانا موصوف کی زیارت کی اور ان کی تقاریر سنی ہیں۔ تذکرہ مظہر مسعود میں تحریر فرماتے ہیں:

"مولانا خوبصورت و خوب سیرت ہیں۔ آپ کو دیکھ کر بے ساختہ قرآن پاک کی آیت یاد آتی ہے فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۝ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ کی تفسیر مشاہدہ کرنی ہو تو آپ کی زیارت کی جائے۔

---

[1] تذکرہ مظہر مسعود (صـ ۲۴۲) اکابر تحریک پاکستان صـ ۳۱۶)

www.sirat-e-mustaqeem.com

اس میں شک نہیں کہ مولانائے ممدوح متبحر عالم، باکمال اور ماہر طبیب ہیں، ان کی تقاریر سے تبحر علمی کا اندازہ ہوتا ہے۔ سندھ کا باشندہ ہوتے ہوئے اردو اتنی صاف رواں بولتے ہیں کہ اہلِ زبان کا گمان ہوتا ہے، موسم گرما میں کوئٹہ تشریف لاتے ہیں اور تین چار ماہ قیام فرماتے ہیں آپ کے دولت کدے پر کتب خانہ میں بکثرت قلمی نوادرات ہیں جو قابلِ دید ہیں۔"

تبلیغ دین

آپ نے ہمیشہ تبلیغ و وعظ اور اشاعتِ دین کا فریضہ کسی دنیوی طمع و لالچ کے بغیر سرانجام دیا۔ اس سلسلہ میں کسی دنیاوی طمع و خواہش کو آپ انتہائی برا سمجھتے تھے۔ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے آپ کا عشق کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ دورانِ وعظ جب حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ مبارک آپ کی زبان سے ادا ہوتا تو آپ کا چہرہ سرخ ہو جاتا اور ایک عجیب کیفیت طاری ہو جاتی۔ آپ کی تقریر و تبلیغ کا موضوع سیرت و محبت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتا بعض اوقات لوگ آپ کو کسی دوسرے موضوع پر بولنے کا عرض کرتے تو آپ فرماتے:

ماقصہ سکندر و دارا نہ خواندہ ایم　　از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

میں تو محبوب کریم فداہ ابی و امی کی ثنا و صفت ہی بیان کروں گا۔ ہاں اس کے بعد سیاسی و ملی مسائل پر بھی ضمناً گفتگو ہو جائے گی[1]

آبائی مریدوں کے علاوہ آپ کے اپنے حلقہ مریدین و معتقدین کی تعداد بھی ہزاروں تک پہنچی ہوئی تھی چنانچہ پاکستانی افواج میں آپ کے مریدوں کی بہت بڑی تعداد ہے کیونکہ آپ فوج میں تبلیغِ دین بہت ضروری سمجھتے تھے۔ ہزاروں افراد آپ کی ہدایت و تلقین سے متشرع مسلمان بن گئے۔

سیاسی و ملی خدمات

آپ نے تحریکِ خلافت میں اپنے استاد حضرت مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھرپور حصہ لیا۔ برصغیر کے طول و عرض میں جلسوں سے خطاب کیا۔ میٹنگوں میں شرکت کی جو

---

[1] اکابر تحریک پاکستان ص۲۱۷

www.sirat-e-mustaqeem.com

سندھ میں تحریکِ خلافت کو پروان چڑھایا۔

تحریک پاکستان کا غلغلہ بلند ہوا تو آپ مسلم لیگ میں شامل ہو گئے اور اپنی تمام تر قوتوں کو مسلم لیگ کے لیے وقف کر دیا۔ پاکستان بننے کے بعد اسلامی دستور کی جد و جہد میں سرگرم رہے، اور ۱۹۵۲ء میں علماء کرام کے اجلاس میں نمایاں حصہ لیا، جس نے حکومت کے چیلنج پر اسلامی دستور کے ۲۲ نکات منظور کیے۔

آپ جمعیت الاطباء کے کئی سال تک صدر رہے۔ جمعیت علماء حیدر آباد کی صدارت کو شرف بخشا۔ پاکستان میں سوشلزم کا فتنہ نمودار ہوا تو آپ نے ہر طرح سے اس کی سرکوبی کی۔ سندھ میں جب چند ملک دشمن عناصر نے اپنے سیاسی مقاصد کی خاطر نئے اور پرانے سندھیوں میں کچھ غلط فہمیاں پیدا کر کے نوبت فساد تک پہنچا دی تو آپ نے رات دن ایک کر کے پورے سندھ کے دورے کیے، وفود روانہ کیے، خطوط لکھے، بیانات دیئے، کتابچے شائع کیے۔ اور اتحاد بین المسلمین کے لیے انتھک جد و جہد کی جو نہایت کامیاب رہی۔ حقیقت یہ ہے کہ نئے اور پرانے سندھیوں کو قریب لانے کے سلسلہ میں آپ کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔

آپ عمر کے آخری چھ سات سال جمعیت مجددیہ سندھ کے صدر رہے اور حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کو اپنے آبائی طریقہ پر مستقیم رہنے کی تلقین فرماتے رہے۔ عمر کے آخری دو تین سال آپ سندھ دیش کی مذموم تحریک کے خلاف سینہ سپر رہے اور صوبہ سندھ کے اسلام پسند اور دیندار حلقے کی تنظیم اور بیداری کے لیے بھی آپ نے تمام تر توانیاں وقف کر دی تھیں، اس سلسلہ میں اپنے ذاتی روپے سے متعدد کتابیں اور رسالے لاکھوں کی تعداد میں چھپوا کر شائع کیے۔

تحریری کام ملی اور ملکی خدمات میں دن رات مصروف رہنے کی وجہ سے آپ تصنیف و تالیف کی طرف توجہ نہ دے سکے حالانکہ آپ بہترین مضمون نگار تھے۔ عمدۃ المقامات (مطبوعہ لاہور) کا مقدمہ جو آپ نے فارسی زبان میں تحریر فرمایا، وہ فن تحریر میں آپ کے کمال کا زندہ نمونہ ہے۔ آپ نے اپنے والد ماجد کی دو عربی کتابوں "العقائد الصحیحۃ" اور "طریق النجاۃ" کا اردو ترجمہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

کیا۔ خواجہ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "اذکار معصومیہ" کا سندھی میں ترجمہ کیا۔ زیادہ تر پمفلٹوں اور مکتوبات کی صورت میں اپنے خیالات کا اظہار فرماتے رہے جن کو اگر جمع کیا جائے تو ایک بہت بڑا علمی ذخیرہ بن سکتا ہے۔

صفات حمیدہ کا پیکر

آپ بے حد حسین و جمیل تھے۔ چہرہ پر نور اور متبسم، حافظہ بے مثال، قد مناسب، ڈاڑھی سفید، ہونٹ گلاب کی پتیوں کی طرح گلابی اور نازک، دانت موتی کی لڑیاں، ہونٹوں پر دائمی مسکراہٹ، پان کھائے ہوئے غنچہ دہن سے جب گفتگو فرماتے تو فضا خوشبو سے مہک جاتی، باریک ململ کے نفیس جامہ سے جسم کا گلابی رنگ جھلملاتا، کسی کا دل نہ دکھاتے، سب کی باتیں شربت کے گھونٹ سمجھ کر پیئے جاتے تھے، وضعداری، صاف گوئی، غرض بہت سی ذاتی اور خاندانی خداداد صفات سے بہرہ ور تھے، منقولات و معقولات سے یکساں مناسبت، پاک باطن، روشن جبیں، کردار میں تقویٰ اور طہارت، کلام میں خلوص کی شیرینی لکھنؤ اور دہلی کے محاورات اس کثرت اور روانی سے استعمال فرماتے کہ مخاطب آپ کی وطنیت سندھ کی نسبت کے بارے میں شک میں پڑ جاتے، فارسی، عربی اور اردو کے ہزاروں اشعار آپ کی نوک زبان تھے۔

آپ کے عقیدتمندوں کا حلقہ بہت وسیع ہے، آپ کی روزانہ اور ہفتہ وار مجالس وعظ میں بے شمار لوگ شریک ہو کر فیوض و برکات حاصل کرتے تھے۔ آپ کا متبسم اور نورانی چہرہ دیکھ کر خدا یاد آجاتا تھا۔ آخری چند سالوں میں ٹنڈو سائیں داد سے نارتھ ناظم آباد کراچی منتقل ہو گئے تھے اور ہر اتوار کو مجلس ذکر منعقد کراتے۔ کراچی کے اہل ذوق حضرات کے لیے آپ کا دولت خانہ ایک روحانی مرکز کی حیثیت کا حامل تھا۔

وفات

آپ کی وفات حسرت آیات ۲۱ رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ مطابق ستمبر ۱۹۷۵ء بمقام شاہو کلی نزد کوئٹہ میں ہوئی اور جسد اطہر ٹنڈو سائیں داد لاکر سپرد خاک کیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون[1]

---

[1] اکابر تحریک پاکستان ص ۳۱۷ تا ص ۳۲۱ مختصراً۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ

عرضِ مترجم

ناظرینِ محترم! مسلمانوں پر ادبار اور پستی کا جو ہلاکت آفرین دَور آجکل گزر رہا ہے اس کی تباہی و بربادی کا حوصلہ شکن احساس کچھ اہلِ نظر حضرات ہی بہتر کر سکتے ہیں۔ بلحاظ تعداد افراد چاہے مسلمانوں کی کچھ ترقی ہو رہی ہو۔ لیکن اس واضح حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ بحیثیت قوم و ملت مسلمان تنزل کے تاریک گڑھے میں گرے جا رہے ہیں۔ معاش اور معاد کے جتنے صیغے اور سلسلے ہیں سب میں وہ اوجِ کمال سے حضیضِ زوال کی طرف اپنی ہی بدکرداری اور بد دماغی کی وجہ سے حرکت کرتے ہوئے دیکھے جاتے ہیں۔ ایک صاحب بصیرت تنزل کی اس زہریلی ہوا کو پھیلتے ہوئے دیکھ کر پیشگوئی کر سکتا ہے کہ اگر حفاظت الٰہی کا تریاق نہ ہوتا تو یقیناً مسلمان آج سے بہت پہلے عرصۂ حیات کو طے کیے ہوئے دیکھے جاتے۔

ادبار و فلاکت کے اس مرضِ مزمن کی اذیتوں سے اگرچہ اب وہ خوگر ہو گئے ہیں اور ایک عرصہ سے شدائد و مصائب کے پے در پے ورود نے ان کے اعضاء کو بیحس سا بنا دیا ہے۔ لیکن خنجرِ قدرت نے اس دَور میں ان کے دیرینہ زخموں پر کچھ ایسے پیہم چرکے لگائے ہیں کہ ان میں دوبارہ تازہ خون بھر آیا ہے اور رگوں میں احساس کی ایک لہر دوڑ گئی ہے۔ خدا خدا کر کے اب انہیں اتنا معلوم ہو گیا ہے کہ ہم بھی کوئی وجود رکھتے ہیں اور ہمیں بھی دنیا میں رہنا ہے۔

مقامِ مسرت ہے کہ پھر ایک مرتبہ مداوا و معالجہ کا خیال ان کے دماغ پر مستولی

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہوگیا ہے اور طویل علالت کی کمزوریوں نے انہیں اپنی زائل شدہ طاقت حاصل کرنے کے لیے اِدھر اُدھر ہاتھ پیر مارنے پر مجبور کر دیا ہے۔ چنانچہ ہمدرد مصلحین نے اپنے اپنے نظریہ کے ماتحت مختلف تشخیصیں کیں اور مختلف نسخے تجویز فرمائے۔ علمی پستی کو دیکھ کر بعض علم دوست حضرات نے کالج کھلوائے۔ اقتصادی تنزل کو مدِنظر رکھتے ہوئے بعض اہلِ دولت جوازِ سود کے فتوے دینے لگے۔ اسی طرح جس شعبے سے جس کو زیادہ دلچسپی تھی اس نے وہی کوتاہی محسوس کر کے اسی کی ترقی میں کوشش کی۔

لیکن افسوس کہ مریضِ جان بلب کی حالت دن بدن ابتر و نازک ہوتی گئی اور "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی" کا مصرعہ واقعۃً ثابت ہوتا گیا۔

وجہ کیا ہے کہ طریقِ علاج میں غلطی کی گئی۔ اور اصل مرض کی اہمیت کو نظر انداز کر کے ازالۂ عوارض ہی کو کافی سمجھا گیا اور اس برگزیدہ حکیم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاف اور فطری تعلیمات کو بھول کر اپنی ہی ناقص عقل کے گورکھ دھندوں میں مریض کو اُلجھا کر مرض کی کیفیت و نوعیت کو اور بھی پیچیدہ بنا دیا گیا۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ پہلے دنیا کو روتے تھے اب اس کے ساتھ دین بھی کھو بیٹھے۔

اسی بنا پر تجربہ کار نباضوں نے جن کی معاملہ فہم نظر مرض کی تہہ تک پہنچ گئی ہے۔ معاملہ کی نزاکت کو ملحوظ رکھتے ہوئے تہیہ کر لیا اور فیصلہ فرما دیا کہ اس حالت میں کیوں پھر اس اکسیری نسخے کو نہ آزمایا جائے۔ جس نے صاحبِ فراش مریض عرب کو ایک آن میں اس قدر طاقتور جوانمرد بنا دیا تھا کہ سارے عالم کے رستموں کو اس نے گرد کر دیا۔ وہ نسخہ کوئی صدری اور پوشیدہ نسخہ نہیں۔ وہ نسخہ وہی ہے جس کو طبیبِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے صفحۂ دہر پر دنیا کے سب سے زیادہ مقبول نسخے (قرآن) کی صورت میں چھوڑا ہے۔ اس نسخے کے اسرار سمجھانے والے بھی دنیا میں اپنے اپنے مذاق اور استعداد کے موافق مختلف پیدا ہوئے۔ یعنی بعض نے اس کو فلسفیانہ رنگ میں پیش کیا۔ اور بعض نے اس کو مادیات کی ایک کتاب جانا۔ اور بعض نے اس کو محض روحانیت ہی کا معلم سمجھا۔ لیکن افسوس کہ یہ تیر بہدف نسخہ ان سب صورتوں میں

www.sirat-e-mustaqeem.com

نہ کچھ ایسا زیادہ مؤثر اور نہ ایسا کایا کلپ ثابت ہوا۔ جیسا کہ پہلے پہل اس کے بنانے والے کالی کملیا والے حکیم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھ پر اکسیر بنا تھا۔ بات کیا تھی کہ وہ اپنے اصلی اوزان اور ترکیب کے ساتھ نہیں بنایا جاتا تھا۔ بلکہ پھر اپنی ناتجربہ کاری سے اور اپنی کوتاہ عقل کے بل بوتے پر یا تو بعض اجزاء کو بالکل بدل دیا جاتا تھا۔ یا ان میں تغیر و تبدل کر کے نسخہ کی اصلیت کو بگاڑ دیا جاتا تھا۔

اب جبکہ مریض قوم کی حالت قریب الموت تھی تو حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے عہد کو پورا کرنے کے لیے اسی نسخہ حیات بخش و جانفزا کی ترکیب و ترتیب کے لیے اپنے بندوں میں سے (حضرت) مصنفِ کتاب "طریق النجات" کا شرح صدر فرمایا۔ جنہوں نے اس کے اسرار و رموز کو نہایت سہل طریقہ پر اسی زبان میں کھول دیا اور مسلمانوں کے سامنے وہ نسخہ اصل صورت میں لا کر ایسا روشن لائحہ عمل پیش کیا ہے جس کو دستور العمل بنانے کے بعد معاش اور معاد کے سب شعبے ایسے ہی مکمل اور اعلیٰ ہو سکتے ہیں۔ جیسے کہ اس کو پہلی بار آزمانے کے زمانے (خیر القرون) میں شاندار اور بلند پایہ ہوئے تھے:۔

مجھ جیسے بے مایہ کو انہیں کا ارشاد ہوا کہ اس کا ترجمہ سلیس اردو میں ہو جائے۔ چنانچہ میں نے ارشاد کی تکمیل کو سعادتِ دارین سمجھ کر اپنی بساط کے موافق اس کام کو ختم کیا ہے اور جو کچھ مجھ سے بن پڑا ہے ناظرین کے سامنے ہے۔ اس سہل و ممتنع کام کی الجھنوں اور دشواریوں کا کچھ وہی حضرات بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں جن کو کبھی عربی سے اردو ترجمہ کرنے کا اتفاق ہوا ہوگا۔ وجہ یہ ہے کہ عربی کی طرزِ تحریر۔ جملوں کی ترکیب، محاورہ کی نوعیت۔ غرضیکہ ہر ایک چیز اردو سے بالکل مختلف اور جداگانہ واقع ہوئی ہے۔ اب اگر تحت اللفظ ترجمہ کیا جائے تو شاید گلابی اردو کی طرح ایک عجیب مضحکہ خیز صورت اختیار کرے۔ اور اگر متن سے قطع نظر کی جائے تو ترجمے کی شان باقی نہیں رہتی، اور بہت ممکن ہے کہ اصل و ترجمے کے مابین مغائرت کی ایک عمیق خلیج حائل ہو جائے۔ چنانچہ انہی مجبوریوں سے میں نے جہاں تک ہو سکا ہے، اپنی کوشش اس میں صرف کی ہے کہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

ترجمہ متن کے قریب قریب ہونے کے باوجود بامحاورہ بھی ہو اور اصل مطلب بھی فوت نہ ہونے پائے۔ اسی لیے بعض جگہ کچھ جملے بڑھا دیئے گئے ہیں اور کہیں بین القوسین (بریکیٹ) سے کام لیا گیا ہے۔ لیکن قرآن مجید کی آیتوں اور حدیثوں کے ترجمے دستور عام کے مطابق اکثر تحت اللفظ ہی لکھ دیئے گئے ہیں۔"

کمال احتیاط و محنت کے باوصف پھر بھی ممکن ہے کہ کہیں غلطیاں یا خامیاں رہ گئی ہوں۔ خطا کار بندہ سے خطائیں ہی سرزد ہوتی ہیں۔

اُمید ہے کہ معزز ناظرین صفتِ خطاپوشی سے متصف ہو کر مجھے دُعائے خیر سے یاد فرمائیں گے۔ کیا عجب کہ ذرہ نواز سرکار صلی اللہ علیہ وسلم اس ناچیز خدمت کے صلہ میں اس اکسیر کے ایک ذرّے سے میرے مسِ قلب کو کندن بنا دے ؎

نظرت کیمیا است گر نگری
کہ مسِ قلب من چو زر گردد

جِئْنَاكَ بِبِضَاعَةٍ مُّزْجَاةٍ فَأَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا إِنَّ اللَّهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ۔

فقط والسلام
حافظ محمد ہاشم مجددی

ٹنڈو سائیں داد ضلع حیدر آباد سندھ
۲۵۔ جون ۱۹۳۱ء

www.sirat-e-mustaqeem.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رب انی لما انزلت الی من خیر فقیرا سئلک العصمۃ والسداد واعوذبک من الزیغ والالحاد سبحانک لاعلم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم۔

صلی وسلم وبارک علیٰ سیدنا محمد المصطفیٰ صاحب قاب قوسین او ادنیٰ کما یلیق بعظیم شانہ ویکون احری وعلیٰ آلہ واصحابہ البررۃ التقی وعلی من تبعھم بالاحسان والرضیٰ۔

"اے پروردگار! تیری اس خیر کا جو تم نے مجھ پر نازل فرمائی ہے میں محتاج ہوں۔ تیری بارگاہ سے عصمت و راہِ راست طلب کرتا ہوں۔ اور گمراہی و کجروی سے پناہ مانگتا ہوں۔ تیری ہی مقدس ذات کو پاکیزگی سزاوار ہے۔ ہم کچھ نہیں جانتے۔ مگر وہ جو تو نے ہمیں سکھلا دیا ہے۔ بیشک تو دانا اور صاحب حکمت ہے۔

ہمارے آقا و مولا محمد مصطفیٰ صاحب قَابَ قَوسَینِ اَواَدنیٰ پر وہ رحمتیں، سلام اور برکتیں بھیج جو آپ کی شانِ عظیم کے لائق و مناسب ہوں۔ نیز آپ کے نیک و پرہیزگار آل و اصحاب کو اور خوبی و رضامندی سے ان کے تابع ہونے والوں کو بھی ایسا ہی موردِ الطاف فرما۔"

امابعد جاننا چاہیے، توفیق دے تمہیں خداوند تعالیٰ ان کاموں کی جن کو وہ دوست اور پسند رکھتا ہے اور بچائے رکھے تمہیں ان چیزوں سے جو گمراہی اور سرکشی کی باعث

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہوں کہ نجات اُخروی کا مدار ایسے سچے اعتقاد پر ہے جو کہ امور آخرت کے متعلق اپنی سمجھ کی نارسائی اور عقل کی مخالفت و انکار کے باوجود بھی اللہ و رسولؐ کے وعدہ پر ثابت و پختہ رہے جیسے فنا کے بعد مُردوں کا زندہ کرنا۔

(۲) کافر و فاجر کے لیے عذاب قبر کا ہونا۔ باوصف اس کے کہ میت کا جسم سالم رہتا ہے اور بظاہر عذاب کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا۔

(۳) حشر و نشر کا ہونا۔

(۴) نیک و بد اعمال کا تولنا۔ حالانکہ اعمال اعراض ہیں جو تُلنے کے قابل نہیں۔

(۵) صراط کو تسلیم کرنا (اس سے مراد وہ پُل ہے جو قیامت کے دن دوزخ پر رکھا جائے گا اور اس سے بُرے اور بھلے سب گزریں گے) حالانکہ وہ پُل بال سے باریک اور تلوار کی دھار سے تیز ہوگا بعض لوگ اس سے اس قدر جلد گزر جائیں گے جیسے بجلی کوند جاتی ہے اور بعض تیز ہوا کی طرح گزر جائیں گے۔ بعض کی رفتار سوار کے برابر ہوگی بعض ایسا چلیں گے جیسے پاپیادہ آدمی چلتا ہے۔ اور بعض پیٹ کے بل کھسکتے ہوئے (جیسا کہ بچہ چلتا ہے) جائیں گے۔" اس کے بعد یا تو جنت کی نعمتیں اور راحتیں سامنے ہوں گی یا دوزخ کے عذاب و خواری سے پالا پڑے گا۔

ان سب امور اخرویہ کا وہ لوگ جن کے دل میں اپنی عقل ناقص کی پیروی کا مرض موجود ہے انکار کر بیٹھتے ہیں۔

اور ایمان کامل کے یہ معنی ہیں کہ "جو کچھ کلام مجید میں آچکا ہے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو امور احادیث صحیحہ میں ثابت ہو چکے ان پر پختہ یقین ہو۔" اگرچہ ہماری سمجھ میں وہ باتیں نہ سما سکتی ہوں اور فی الحقیقت ہماری عقل امور غیب اور ان امور کو جو عادت مستمرہ کے خلاف واقع ہوتے ہوں پا بھی نہیں سکتی۔" ہم لوگوں کے نقصان عقل اور کوتاہی پر یہی دلیل کافی ہے کہ آئے دن یورپ کے فلاسفروں کی نت نئی عجیب و غریب ایجادیں دیکھ کر ہماری عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ جیسے بھاری بوجھل چیزوں کو ہوا میں اڑانا (اشارہ ہے ہوائی جہاز کی طرف) دنوں میں مہینوں کی مسافت طے کر جانا۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

آواز[۳] کو فونوگراف میں بند کر دینا اور اس کا بغیر کسی کمی بیشی کے اس آواز کو ادا کرنا۔ نہایت[۴] دور دراز ممالک سے بذریعہ اُن تکیوں کے جن کو آج کل ایجاد کیا گیا ہے (اشارہ ہے ریڈیو (Radio) کی طرف) آواز سننا۔

اور[۵] جیسے ہوائی ٹیلیگراف وغیرہ وہ چیزیں ہیں جن کو دیکھ کر عقل حیران رہ جاتی ہے اور جن کی کنہ وحقیقت تک اُس شخص کے علاوہ جو ان ایجادات میں مہارت رکھتا ہو کسی کی پروازِ عقل نہیں پہنچتی۔

تو کیا ان عجائبات کے ایجاد سے پہلے اگلے اور پچھلے دانشمندان کے وجود کو تسلیم کرتے؟ بالکل اسی طرح سے وہ امورِ آخرت جو کلام مجید میں مذکور ہیں ضرور واقع ہونے والے ہیں۔ اگرچہ ہماری عقل اس کی مخالفت پر تلی رہے۔"

ایک ایسے شخص سے جس پر مجھے اعتماد ہے میں نے سنا ہے کہ سندھ کے رئیسوں میں سے ایک صاحب تقریباً ساٹھ برس پہلے یورپ گئے تھے وہیں انہوں نے پہلے پہل ریل گاڑی دیکھی۔ جب لوٹ کر سندھ آئے تو اس حیرت افزا چیز کا تذکرہ کرنے لگے، اس بات پر سب لوگوں نے ان کو جھٹلایا۔ اور اس کو دیوانہ کہنے لگے۔ بیچارے نے سوائے اس کے چھٹکارہ نہ دیکھا کہ خاموشی اختیار کرے۔ پھر جبکہ سندھ میں بھی ریل چلنے لگی اور سب نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لی۔ تب اس کے جھٹلانے پر پشیمان ہوئے اور جان گئے کہ واقعی اس کا کہنا ٹھیک تھا۔

یہ ساری خرابی ہماری کوتاہ بینی اور قصورِ عقل ہی کی وجہ سے ہوتی ہے کہ ہمارا فہم محسوسات سے آگے نہیں بڑھتا اور ہماری تصدیق معلومات اور مالوفات کے دائرہ کے اندر ہی بند رہتی ہے۔ پس نجات اسی میں ہے کہ جو کلام مجید میں آچکا ہے یا جو کچھ امین صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا ہے۔ اس پر ایمان لاکر تسلیم کریں۔ یہاں تک کہ اپنے پختہ یقین پر اطمینان قلب کا درجہ حاصل ہو جانے اور اس میں کسی قسم کے تردد یا حیلہ جوئی کی آمیزش نہ ہو اور پس وپیش یا تاویل کی گنجائش نہ رہے۔

حق تعالےٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ (پ۱ ع:۱)

" یہ ایسی کتاب ہے جس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں۔ ان پرہیزگاروں کے لیے (اپنے اندر) ہدایت رکھتی ہے۔ جو (امور) غیب پر ایمان لاتے ہیں۔"

اور اکثر قرآن مجید کے قصے اسی قسم کے ہیں کہ عقل معاشی (دنیاوی سمجھ) ان کا انکار کر دیتی ہے۔ چنانچہ (مثال کے طور پر مختصراً کچھ قصے لکھے جاتے ہیں تفصیل کلام مجید اور تفاسیر میں دیکھنا چاہیئے)

(۱) "بنی اسرائیل کے ایک مقتول کا جبکہ گائے کے بعض اجزا اس پر مارے گئے زندہ ہو جانا اور اپنے قاتل کا پتہ بتلانا۔" (پ۱ ع ۹)

(۲) "حضرت عزیر علیہ السلام کا انتقال کر جانا۔ اور آپ کے گدھے کا مر جانا اور سو سال کے بعد زندہ ہونا۔" (پ۳ ع ۳)

(۳) "حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چار پرندوں کو ذبح کر کے ان کے گوشت کو قیمہ بنا کر آپس میں خلط ملط کرنا اور تھوڑا تھوڑا حصہ متفرق پہاڑوں پر رکھ کر ان کو بلانا۔ اس پر سب کے اعضاء کا اصلی حالت پر آپس میں مل جانا اور پرندوں کا آپ کے پکارنے سے دوبارہ زندہ ہو جانا۔" (پ۳ ع ۳)

(۴) "اصحاب کہف کا تین سو نو برس تک غار میں سونا اور پھر اتنی مدت کے بعد بحالت ہوش وحواس وسلامتی بدن بیدار ہونا۔" (سورہ کہف، پارہ: ۱۵)

(۵) "حضرت موسیٰ کی حضرت خضر سے رفاقت اور اس قصے کے محیر العقول واقعات۔" (سورہ کہف)

(۶) "حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی امت پر منّ (ترنجبین) اور سلویٰ (بٹیریں) کا آسمان سے نازل ہونا۔" (سورہ بقرہ، سورہ مائدہ)

(۷) "حضرت موسیٰؑ کا اپنی قوم کے ساتھ دریا سے بسلامت گزر جانا اور فرعون اور اس کی قوم کا غرق اور ہلاک ہو جانا۔" (سورہ بقرہ، پارہ اوّل، رکوع: ۶)

www.sirat-e-mustaqeem.com

(۸) "لوط علیہ السلام کی قوم پر زمین کا الٹ پڑنا اور اس طرح سے ان کا ہلاک ہونا۔" (پ۱۴ ع:۵)

(۹) قوم ہود علیہ السلام کو تیز ہوا کے عذاب سے ہلاک کرنا۔" (پ۲۷ ع ۸)

(۱۰) قوم صالح علیہ السلام کا جبرئیل علیہ السلام کی چیخ کی ہیبت سے ہلاک ہونا۔" (پ۱۲ ع:۶)

(۱۱) "حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کا نگل جانا اور تین یا زیادہ دنوں کے بعد اگل دینا۔" (پ۱۷ ع:۶)

(۱۲) "حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے جنوں کا باوصف اجسامِ لطیفہ (ناری مادہ سے مخلوق) ہونے کے محرابیں اور تصویریں بنانا اور حوض کے برابر لگن اور نہ ہلنے والی دیگیں تیار کرنا۔" (پ۲۲ ع:۸)

(۱۳) "ملکہ بلقیس کا تخت حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں عالمِ کتاب (یعنی آصف بن برخیا وزیر حضرت سلیمانؑ) کی دعا سے پلک جھپکنے سے پہلے پہنچ جانا۔" (پ۱۹ ع:۱۸)

(۱۴) "حضرت صالح علیہ السلام کی دعا سے پتھر کے ٹیلے سے اونٹنی کا نکلنا اور اس کی کونچیں کاٹنے کے بعد اس کے بچہ کا پھر اس ٹیلے کے اندر چلا جانا۔" (پ ع)

(۱۵) "ابرہہ (شاہ یمن) کے لشکر کا ابابیل پرندوں کے پختہ کنکریاں برسانے سے ہلاک ہونا۔" (پ۳۰ سورہ ابابیل)

(۱۶) "حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اسی جسد عنصری کیساتھ آسمان پر اٹھایا جانا اور ہزاروں برس تک ان کا زندہ رکھنا۔" (پ۳ ع:۱۴ پ۶ ع:۲)

(۱۷) "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی جسم اطہر عنصری کے ساتھ معراج کے قصے میں بلند آسمانوں تک جانا۔ پھر وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ پر تشریف لے جانا اور پھر وہاں سے آگے مقام قاب قوسین تک آپ کا پہنچنا اور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ملاقات کرنا اور ایسے لمبے سفر سے اتنی دیر میں لوٹ آنا کہ آپ کی خوابگاہ ابھی ٹھنڈی نہ ہونے پائی تھی اور دروازے کا کنڈا ہل رہا تھا۔" (سورہ بنی اسرائیل۔ سورہ النجم اور احادیث)

www.sirat-e-mustaqeem.com

یہ اور ان جیسے اور عجیب غریب قصے جن کی خبر حق سبحانہ وتعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کلام پاک میں دی ہے ایسے ہیں کہ عقل ناقص ان کو صحیح تسلیم کرنے سے قاصر ہے۔

برخلاف اس کے وہ عقل کامل کہ جو معادی (اخروی) ہے ان کے قبول کرنے پر ہدایت یاب ہے اور انوار نبوت سے فیضیاب ہو کر ان پر پختہ یقین رکھتی ہے۔ اس لیے منادیٔ حق زبان حال سے پکار کر کہتا ہے کہ اے "فریب خوردہ"! اس عقل کو چھوڑ دو اور آگے بڑھو!"

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پروردگار عالم سے یہ استدعا کی کہ:

رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰی وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ (پ ۳ ع ۳)

"اے رب! مجھے دکھا دیجئے کہ تو کس طرح مُردے زندہ کرتا ہے؟ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابراہیم کیا (اس پر) تم ایمان نہیں لاتے۔ (ابراہیم علیہ السلام) نے عرض کیا کہ بیشک (اس پر میرا ایمان ہے) لیکن (یہ سوال اس لیے ہے) تاکہ میرا قلب مطمئن ہو جائے۔"

حضرت خلیل کو اگرچہ اس پر پختہ ایمان تھا لیکن چونکہ مُردوں کا بوسیدہ ہو جانے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا خلاف عقل تھا اس لیے وہ چاہتے تھے کہ مُردوں کے زندہ کرنے کی کیفیت میں خداوند تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ کریں اور جس طرح سے کہ قلب اپنی نظر کی بنا پر ایمان کامل رکھتا ہے۔ آنکھیں بھی عجائبات قدرت کے کرشموں سے بہرہ اندوز ہوں اور چونکہ یہ سوال رموز خلّت و محبت کے قبیل سے تھا۔ اسی رمز کی بنا پر باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ "اے خلیل! کیا تو مُردوں کے زندہ کرنے پر ایمان نہیں رکھتا۔" اگرچہ حق سبحانہ وتعالیٰ کو حضرت ابراہیمؑ کے ایمان کا علم تھا لیکن پھر انہیں کی زبان سے کہلوانے کے لیے یہ ارشاد ہوا تھا۔ چنانچہ حضرت خلیل نے صاف کہدیا کہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

بَلٰی یعنی بیشک اس قدرت پر مجھے قلبی پختہ یقین ہے لیکن بظاہر چونکہ یہ صورت عقل کے مخالف ہے اور عقل اس حالت میں سراسیمہ رہ جاتی ہے۔ اس لیے محض بلحاظ اطمینان قلب تاکہ تحیر عقل سے جو اضطراب قلب کو لاحق ہوا ہے۔ رائ العین یعنی مشاہدہ کی مدد سے اس کو زائل کرلیں اور ایمان بدیہی حاصل ہو جائے۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ اچھا چار پرندوں کو پکڑو۔ آخر قصے تک ....

حضرت عزیر علیہ السلام نے (ایک اجڑی ہوئی بستی کو دیکھ کر) کہا تھا کہ:

اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا (پ ۳ ع ۳)

"ایسے ویرانے کو خداوند تعالیٰ کیونکر بسائے گا۔"

لفظ "کیونکر" صاف بتلا رہا ہے کہ مُردوں کے زندہ کرنے پر ایمان رکھنے کے ساتھ کیفیت زندگانی کا سوال ہے۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ نے اس کی کیفیت انہیں دکھلادی کہ:

فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ (پ ۳ ع ۳)

"سو سال تک اُن کو مردہ رکھا اس کے بعد انہیں زندگی بخشی۔"

اور بطریق استخبار ان سے دریافت فرمایا کہ "تم (یہاں پر) کتنے زمانہ ٹھہرے ہو؟" عزیر علیہ السلام نے جواب دیا کہ "ایک دن کامل یا دن کا اکثر حصہ ٹھہرا ہوں۔" چونکہ حضرت عزیر کی موت صبح کے وقت واقع ہوئی تھی اور عصر کے وقت دوبارہ زندگی پائی تھی تو آپ یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ آج ہی کا واقعہ ہے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ یَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَیْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ (پ ۳ ع ۲)

"نہیں بلکہ تم سو برس تک ٹھہرے ہو۔ بس دیکھو اپنے کھانے اور پینے کی طرف کہ (ابھی) سڑا تک نہیں اور اپنے گدھے کی ہڈیوں کو دیکھو کہ کیونکر ہم ان کا ڈھانچہ بناتے ہیں پھر ان کو گوشت پہنا دیتے ہیں۔"

جب اس سارے قصے کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تو کہنے لگے کہ:

www.sirat-e-mustaqeem.com

قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ (پ ۳ ع ۳:)

"بیشک! مجھے اب یقین کامل ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز پر قادر ہے۔"

حضرت موسیٰؑ کا یہ سوال کہ

رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْكَ ط (پ ۹ ع ۷:)

"اے رب! مجھے اپنے مشاہدہ سے ممتاز فرمایئے۔"

اسی طرح اطمینان قلب کی خاطر تھا اس لیے کہ آخرت میں جو دیدار الٰہی بلاکیف ہونے والا ہے اس پر آپ ایمان رکھتے تھے۔ لیکن چونکہ دیدار بلاکیف سے عقل منکر ہے۔ آپ یہ چاہتے تھے کہ یہ پردہ بھی اٹھ جائے اور ایک دفعہ اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ لیں۔ حق سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو خطاب فرمایا کہ "اے کلیم! اس دنیائے فانی میں بھلا اس دیدار کی تاب کہاں لاسکتے ہو، جو آخرت کی پائدار نعمتوں میں اعلیٰ درجہ رکھتا ہے۔" اگر اس بات کی سمجھ میں دقت ہو رہی ہے تو پھر اچھا ہے! ایک جھلک پہاڑ پر ڈالی جاتی ہے اگر وہ اپنی بڑائی، سختی، صلابت، اور بیجان ہونے کے باوجود اس جھلک کو سنبھال سکا اور اپنے مکان پر ٹھہرا رہا تو

فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا (پ ۹ ع ۷:)

پھر تم بھی دیکھ سکو گے لیکن جب حضرت الوہیت نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اسے ریزہ ریزہ کردیا۔"

اور ہیبت خداوندی سے اس کے پراگندہ ٹکڑے تتر بتر ہوگئے اور حضرت کلیم اس مقام کی دہشت سے بیہوش ہوکر گر پڑے۔ پھر جب آپ کو آفاقہ ہوا تو اس بے جا سوال پر استغفار پڑھنے لگے اور کہنے لگے کہ تقدس وپاکی تمہیں ہی سزاوار ہے۔ اس دنیا میں دیدار کے طلب کرنے سے میں توبہ کرتا ہوں اور آخرت کے دیدار پر سب سے پہلے میں ایمان لاتا ہوں۔"

اگر غور کیا جائے تو واضح ہوجاتا ہے کہ حضرت خلیل یا حضرت کلیم اور حضرت عزیر علیہم السلام سب کا سوال ایک ہی ڈھب کا ہے یعنی وہ باتیں جو مخالف عقل ہیں۔ ان کے لیے اطمینانِ قلب کے اسباب طلب کرنا۔

لیکن ہمارے آقا ومولا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابتدا ہی سے اس قدر اطمینان رکھتے

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہیں کہ کبھی بھی اطمینان کے طالب نہ ہوئے اور نہ خداوند تعالیٰ نے انہیں اس کا محتاج[1] بنایا بلکہ فرمایا کہ

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا ۝

(پ ۵ ع ۱۴)

"جو کچھ تم نہیں جانتے تھے وہ سب تمہیں سکھا دیا ہے اور فی الواقع خداوند تعالیٰ کا تم پر بڑا احسان ہے۔"

منجملہ ان امور کے مُردوں کا زندہ کرنا۔

اور بلاکیف دیدار الٰہی سے (شب معراج شریف میں) مشرف ہونا ہے۔

اور اکثر وہ باتیں جو ہو گئی ہیں یا ہونے والی ہیں ——— ان کا بھی آپ کو کامل علم عطا کیا گیا۔ یہاں تک کہ اولیائے امت کے ایک بزرگ کہتے ہیں کہ اگر یہ پردہ آنکھوں کے سامنے سے اُٹھ جائے تب بھی میرے علم و یقین میں اضافہ نہ ہو۔[2]"

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اگرچہ اطمینان کلی عطا فرما دیا گیا ہے مگر جبکہ بارگاہ الٰہی سے ملتِ ابراہیمی کے اتباع (پیروی) کا حکم ہے اس لیے حضورؐ کی اُمت کو جو خیر الامم کے خطاب سے ممتاز ہے یہ ارشاد ہوتا ہے کہ اگر تم قلبی اطمینان کے طلبگار رہو۔

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ (پ ۲ ع ۲)

"تو مجھے یاد کرو میں بھی تم کو یاد کروں گا۔"

---

[1] کسی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

موسیٰ زہوش رفت بیک جلوۂ صفات
تو عین ذات می نگری در تبسمی

[2] ولا یلزم من ھذا افضلیۃ غیر النبی علی النبی کما زعم لان الفضیلۃ الجزئیۃ لا تصادم الفضل الکلی اھ (ترجمہ) اس سے غیر نبی کی نبی پر افضلیت لازم نہیں آتی جیسے گمان ہوتا ہے کیونکہ جزوی فضیلت کلی فضیلت کا مقابلہ نہیں کر سکتی (ناشر)

www.sirat-e-mustaqeem.com

اور فرمایا کہ

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝ (پ ۱۳ ع ۱۰)

"بیشک ذکر الٰہی سے ہی قلب کو اطمینان اور تسکین ہوتی ہے۔"

اسی لیے منادی حق (فرشتۂ غیب) زبان حال سے پکار پکار کر کہتا ہے۔ کہ اے عاجز! اس عقل کو چھوڑ دو اور آگے بڑھو!

فصل

اے میرے عزیز بھائی! "حق تعالیٰ تمہارے قلب کو نور ایمان سے منور فرمائے۔"

جاننا چاہیئے کہ اس رسالے میں ہمارا روئے سخن ان لوگوں کی طرف ہے جو مدعی اسلام ہیں اور قرآن مجید اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کو حق تعالیٰ نے تمامی مخلوق کے لیے بشیر و نذیر (خوشخبری دینے والا۔ ڈرانے والا) کر کے بھیجا ہے ایمان لا چکے ہیں لیکن وہ لوگ جو دائرہ اسلامی سے خارج ہیں اور اپنی عقل ناقص کے دھوکے میں پھنس چکے ہیں۔ یہ ہماری گفتگو ان کے ساتھ نہیں ہے۔ اس لیے کہ وہ چوپایوں کی طرح بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔

اس کے بعد جاننا چاہیئے کہ عقل دو قسموں پر ہے:

(۱) عقل معاش

(۲) عقل معاد

جبکہ حق تعالیٰ نے انسان کو بہترین صورت پر بنایا تو اس کی فطرت میں دونوں عقلوں کا مادہ تفویض فرمایا۔ پھر جس شخص نے دونوں کو اپنی کوشش سے روشن کیا تو جو نتائج اور ثمرات دونوں پر مرتب ہو سکتے ہیں۔ ان سب سے وہ بہرہ اندوز ہوا اور جس نے ایک ہی عقل کو اختیار کیا تو نتائج بھی اسی ایک پر محصور رہے۔"

شاید تمہیں یہ خدشہ ہو جائے کہ عقل کے روشن کرنے کی کوشش بھی تو عقل کے ذریعہ سے ہوگی۔ گویا ہدایت کی جا رہی ہے عقل کی جانب عقل ہی کے واسطہ سے

www.sirat-e-mustaqeem.com

اس صورت میں اتحادِ سبب اور مسبب لازم آتا ہے حالانکہ وہ باطل ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ عقل کی طرف ہدایت عقل کے وسیلہ سے نہیں بلکہ بواسطۂ تقدیرِ الٰہی ہوتی ہے۔ کلام مجید میں ہے:

فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝ (پ ۲۹ ع ۱۳)

"جس شخص نے چاہا اپنے پروردگار کا راستہ پکڑا۔"

یہ فرما کر ارشاد ہوا کہ:

مَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ (پ ۳۰ ع ۶)

"تم مشیتِ الٰہی کے بغیر کچھ بھی نہیں چاہ سکتے۔" (اسی سے یہ گتھی کھل جاتی ہے)

ہم نے جو کہا ہے کہ انسانی فطرت دونوں عقلوں کے قبول کرنے کی لیاقت رکھتی ہے، اس کی یہ وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُّوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْ يُنَصِّرَانِهٖ اَوْ يُمَجِّسَانِهٖ (الى آخر الحديث) (جامع صغیر)

"ہر بچہ فطرت ہی پر پیدا ہوتا ہے۔ اس کے بعد اس کے والدین اسے یا یہودی کر لیتے ہیں یا مجوسی کر لیتے ہیں یا نصرانی بنا لیتے ہیں۔"

(۱) پھر عقلِ معاش، مصالح جسمانی کی ہدایت کرتی ہے جیسے اسبابِ رزق فراہم کرنا راحات بدنیہ مکان، لباس اور نکاح کا حاصل کرنا اور اس کے ماسوا سب انسانی حوائج و لوازم اس کے تحت میں آجاتے ہیں۔

(۲) اور عقلِ معاد ملایمات روحانی کی طرف رہبری کرتی ہے جیسے اسبابِ راحتِ ابدی کو پالینا، جنت کی نعمتوں سے ہمیشہ کے لیے ہمکنار رہنا اور دردناک عذاب سے اپنے کو چھڑا لینا، یہ سارے امور اسی عقل کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔

ہم نے اسبابِ رزق کہا ہے نہ خود رزق۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ انسان کی منتہائی کوشش یہ ہے کہ اسباب فراہم کرے لیکن خود رزق کا حاصل کرنا یہ انسان کی طاقت سے خارج ہے اس لیے کہ یہ امور حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ انسان کی

www.sirat-e-mustaqeem.com

کوشش کو ان میں کچھ دخل نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بسا اوقات سبب رزق ..... پایا جاتا ہے لیکن تقدیر کی زد سے بنا بنایا کھیل بگڑ جاتا ہے۔

اور سبب سے بھی یہاں پر مراد علامت ہے نہ سبب حقیقی۔ اس لیے کہ وہ سبب سے متخلف (خلاف) نہیں ہوتا ہے اور یہی حال راحت ابدی (یعنی نجات اخروی) کا ہے کہ انسان محض اعمال میں کوشش کر سکتا ہے۔ ان پر نجات عطا فرمانا حق تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور عقل معاشی میں انسان کیسا تمام سب حیوانات شریک ہیں اس لیے کہ کل حیوانات جن کو حق سبحانہ و تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور ان کے انواع کا شمار اٹھارہ ہزار تک کیا گیا ہے۔ (اور انسان بھی ان میں سے ایک نوع ہے) یہ سب جو رزق ان کے لیے مناسب ہے۔ اس کی تحصیل میں نہایت اچھی طرح ہدایت یاب ہیں۔

ان میں سے بعض ایسے ہیں جو دانہ چگتے ہیں جیسے بعض پرندے یہ دانوں کے حاصل کرنے کے لیے ہدایت یاب ہیں۔

اور بعض ان حیوانات میں سے ایسے ہیں جو گوشت کھاتے ہیں جیسے بعض پرندے اور درندے وہ گوشت کے حصول پہ ہدایت یاب ہیں۔

اور ان میں سے بعض مچھلیاں اور دریائی کیڑے مکوڑے کھاتے ہیں۔ وہ بھی ان چیزوں کے حاصل کرنے کے لیے ہدایت پائے ہوئے ہیں۔

اور ایک جنس حیوانات میں سے ایسی ہے جن کے لیے نباتات (سبزی) مناسب ہے۔ وہ اپنے نباتی رزق حاصل کرنے پر ہدایت یافتہ ہیں۔

اور بعض ایسے ہیں جن کی غذا ہوا ہے ان کی ہدایت ہوا ہی کی طرف ہے۔ اور بعض پھر ایسے ہیں جن کو ہوا ضرر کرتی ہے جیسے دریائی جانور وہ ایسے مادہ کی طرف ہدایت یاب ہیں جو ان سے ہوا کو روکتا ہے۔

پس یہ سارے صبح کرتے ہیں اس حال میں کہ بھوکے ہوتے ہیں اور جب شام ہوتی ہے تو سیر ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ جو ان کا خالق ہے وہ رازق بھی ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ:-

www.sirat-e-mustaqeem.com

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَ مُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ (پ ۱۲ ع ۱۰)

کوئی جاندار ایسا زمین پر نہیں کہ جس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہ ہو اور سب کی قرارگاہ اور جائے بازگشت سے وہ خبردار ہے۔ یہ ساری باتیں ایسی کتاب میں ہیں جو واضح اور روشن ہے۔

اور سب حیوانات کو پانی سے زندگانی بخشی ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۝ (پ ۱۷ ع ۳)

اور ہم نے ہر زندہ چیز کو پانی سے بنایا ہے۔

پس تقدس و پاکی اُسی ذات کو سزاوار ہے جو پہاڑوں کے بوجھ (وزن) دریاؤں کے اندازے (پیمانے) بارش کی بوندوں کے عدد، درختوں کے پتوں کے شمار، اور رات دن کے یکے بعد دیگرے آنے کے حساب پر اس کا علم محیط ہے۔

وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ۔ (پ ۲۱ ع ۱۲)

جس قدر زمین پر درخت ہیں اگر وہ سب کے سب قلم بن جائیں اور سمندر اسے مدد دے (روشنائی بنے) اس کے بعد سات دریا اسے مدد دیتے رہیں۔ تب بھی خداوند تعالیٰ کے کلمات تمام نہ ہوں۔ (کلمات سے مراد معلومات الٰہی ہیں)

پس یہ عقل ناقص جس میں تمہارے ساتھ سارے حیوانات شریک ہیں۔ تمہیں تصدیق امور آخرت کی طرف یا اُن گزشتہ اُمتوں کے قصوں کی طرف جو قرآن مجید میں مذکور ہیں یا معجزات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرف کس طرح ہدایت کر سکتی ہے۔ اس لیے کہ انبیاء کرام کے معجزات حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام سے لے کر ہمارے نبی خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک اس قدر ہیں کہ شمار میں نہیں آسکتے۔ بلکہ خداوند تعالیٰ کے سوا کسی کے علم میں نہیں سما سکتے۔ اور درحقیقت معجزات کے ادراک سے عقل معاش عاجز ہی ہے اور معجزات انہیں کہا ہی اس لیے جاتا ہے کہ لوگوں کی عقل اس کی ماہیت

www.sirat-e-mustaqeem.com

اور کیفیت کی سمجھ سے عاجز ہے۔

پس خود ہی سمجھ لو کہ عقل معاش جو دائرہ برہانِ عقلی میں محصور ہے۔ کیا امور ذیل کی تصدیق کر سکتی ہے۔ معجزہ شق القمر جو آپ کے اشارہ سے ہوا۔

تنہ خرما (استن حنانہ) کا آپ کی مفارقت کی وجہ سے رونا اور فریاد کرنا۔

آپ کی مبارک انگلیوں کے پوروں سے پانی کے چشمہ کا پھوٹ پڑنا۔

ہزاروں آدمیوں کا ایک صاع (چار سیر کا پیمانہ) جو سے سیر ہونا۔

اور کیا یہ عقل باور کر سکتی ہے کہ عصائے موسیٰ اژدہا بن جائے، اور سمندر کا پانی دیوار بنے اور حضرت کلیم کا ہاتھ سورج کی طرح چمکتا ہوا سفید ہو جائے اور بنی اسرائیل پر پہاڑ آسمان کی طرح سروں کے اوپر آ جائے۔

اور کیا ایسی عقل مان سکتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے مادر زاد اندھا اور کوڑھی تندرست ہو جائیں اور مُردوں کو قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہ کہہ کر زندہ کر دیں۔ اور مٹی سے ایک پرندے کی مورت بنا کر اس کو ہوا میں اڑائیں۔

اور کیا یہ عقل تسلیم کر سکتی ہے کہ خلیلؑ کے لیے نمرود کی بھڑکتی ہوئی آگ ٹھنڈی اور باعث سلامتی بن جائے۔ وعلیٰ ہذا القیاس

نیز یہ عقل ناقص تمہیں کرامات اولیائے کرام کی تصدیق کی بھی ہدایت نہیں کر سکتی جو زیادتی شہرت کی وجہ سے حد تواتر کو پہنچ چکی ہیں۔ اس طرح پر کہ منکر کو بھی ان میں انکار کرنے کی گنجائش باقی نہیں۔ چہ جائیکہ سمجھدار آدمی کو۔

پس جبکہ یہ عقل قصص کلام مجید، معجزات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، کرامات اولیائے کرام کی طرف بھی جو عموم تواتر کی بناء پر بدیہیات میں شمار کیے جانے لگے ہیں۔ کچھ رہبری نہیں کرتی تو تمہیں کیسے ہدایت کرے گی۔ ان امور کی تصدیق کی طرف جو بعد میں واقع ہونے والے ہیں۔ مثلاً:۔

عذاب قبر اور اس کی کشادگی

سوال جواب کے لیے فرشتوں کا داخل ہونا اور نکلنا

www.sirat-e-mustaqeem.com

قبر کا میت کو بھینچ لینا۔
ستر گز تک اس کا فراخ ہو جانا۔
اور جسم کا فنا اور بوسیدہ ہونے بلکہ ہوا میں پراگندہ ہو جانے کے بعد اٹھانا۔
آیا اس عقل کے ذریعہ کوئی سبیل ہے کہ وہ حالات اور ہولناک واقعات جو قیامت کے دن پیش آنے والے ہیں معلوم کیے جا سکیں جیسے حساب، میزان، صراط، جنت اور اس کی نعمتوں کا ہمیشہ کے لیے پائدار رہنا، دوزخ اور اس کی عقوبتوں کا غیر منقطع ہونا۔
پس کیا خداوند ذوالجلال کے عذاب سے ایسی سقیم اور سبک عقل کے ذریعہ نجات کی امید کی جا سکتی ہے؟ جب نہیں! تو پھر اے سمجھ والو! تمہیں اس عقل کی پیروی کرنی چاہیے جو اخروی ہونے کے ساتھ انبیاء کرام علیہم السلام کے منور سینوں سے لی گئی ہے۔

فصل

شائد تم یہ کہہ دو کہ عقل معاشی اگرچہ امور اخرویہ و حکایات مرویہ کی تصدیق میں قاصر ہے لیکن جبکہ محسوسات کی سمجھ میں کمال رکھتی ہے۔ اس لیے ممکن ہے کہ اس کے درک میں ایسے سنجیدہ امور آجائیں جو عاقبت میں نجات دہندہ ثابت ہو سکیں۔
اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات غیر ممکن ہے۔ کیا تم نے حکمائے یونان افلاطون اور ان جیسے اوروں کے قصے نہیں سنے؟ اگرچہ وہ عقل معاشی میں ایسا اعلیٰ درجہ رکھتے تھے کہ لوگ انہیں حکمائے الٰہی کہتے تھے۔ انہوں نے اپنے اخلاق و اقوال کو نہایت مہذب شائستہ بنا لیا تھا۔ یہاں تک کہ کہا جاتا ہے کہ افلاطون کی بیٹھک اکثر قبرستان میں ہوتی تھی۔ اور اس قدر روتے تھے کہ ان کے رونے کی آواز تقریباً ایک میل کی مسافت سے سنی جاتی تھی اور ہمیشہ ان کی گفتگو حکمت و موعظت سے لبریز ہوتی تھی۔
لیکن ان سارے کمالات کے باوجود توحید اور قدرت الٰہی کے علم سے آخر تک قاصر رہے۔ ان کا قوا تھا کہ ممکن نہیں کہ واحد (باری تعالیٰ) ایک آن (ساعت) میں ایک چیز کے علاوہ کچھ اور بھی پیدا کر سکے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

اور کہتا تھا کہ پہلے پہل خداوند تعالیٰ نے عقل اوّل کو پیدا کیا پھر اس کی مدد سے فلک اطلس یعنی عرش کو پیدا کیا ہے۔ پھر دونوں کی مدد سے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا ہے۔ اور اس نے حشر اجساد اور قیامت کے دن جنت اور دوزخ کے ہونے کا صاف انکار کر دیا ہے۔

اسی طرح سب حکمائے یونان عالم کو قدیم مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس پر فنا طاری نہیں ہو سکتی۔ ان میں سے بعض کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت ایمان بھی جب پہنچی تو کہنے لگے کہ "ہم تو پہلے ہی مہذب اور روشن خیال ہیں ہمیں ایسے شخص کی کوئی ضرورت نہیں جو ہمیں تہذیب سکھلائے" اسی طرح سے وہ اس سعادت اخروی سے محروم رہے جو نبی کے قول پر یقین اور تصدیق کرنے کے ساتھ وابستہ ہے۔

اسی طرح تمہارا یہ کہنا کہ عقل معاشی محسوسات کے ادراک میں کامل ہے۔ یہ بھی مخدوش ہے۔ اس لیے کہ ہم مثالوں سے واضح کر دیں گے کہ اس میں بھی عقل معاشی گم ہو جاتی ہے۔ مثلو ستاروں کی تاثیرات محسوسات میں سے ہے لیکن عقل ہرگز اس بات کو نہیں جان سکتی کہ ان کے اثر کی وجہ کیا ہے اور ہر ایک کے ساتھ جو اثر مخصوص ہے یہ کیونکر ہے۔

اسی طرح سے معدنی دوائیں اور نباتی جڑی بوٹیاں ہیں کہ عقل اگرچہ افلاطونی ہو۔ بچھناک کی زہریت اور جدوار کی تریاقیت کی وجہ معلوم کرنے سے عاجز ہے۔

کیا تم اپنے عقل سے فلفل چینی اور چندن کی سردی اور سیاہ مرچ اور لونگ کی گرمی دریافت کر سکتے ہو؟

پھر نظر عقل کو ذرا اور آگے وسعت دو اور اس پتھر کو دیکھو کہ جب اس پر فولاد رگڑا جائے ...... تو اس سے آگ کی چنگاریاں نکلنے لگتی ہیں جس کو چقماق کہتے ہیں اور سوچو کہ یہ آگ پتھر کی ہے یا فولاد کی یا دونوں کی۔ حالانکہ یہ سب صورتیں مخدوش ہیں اور پوچ، جن کو تجربہ کھلم کھلا باطل کر دیتا ہے۔

اور کیا عقل قطب شمالی کے ساتھ مقناطیس کو جو عشق ہے اس کا بھید کھول سکتی کہ یہ عشق اور چاہ، اس مقناطیسی پتھر کی طرف سے ہے یا قطب شمالی سے یا

www.sirat-e-mustaqeem.com

دونوں اس میں گرفتار ہیں۔"

اور کیا وجہ ہے کہ مقناطیس کے ساتھ سوئی چپکتی رہتی ہے؟ اگر اس بات کا تجربہ چاہو تو ایک سوئی کو تانبے کی طشت میں رکھو اور مقناطیس کو طشت کے نیچے گھماتے رہو تو پھر یہ تماشہ دیکھ لوگے کہ سوئی کیسے ناچتی ہے اور کیسے مقناطیس کے گھمانے سے سوئی گھومتی رہتی ہے۔

اور کیا عقل جان سکتی ہے کہ تنکے اور خشک گھانس کو جو کہربا کھینچتی ہے اس کا سبب کیا ہے۔ اگر اس کو بھی آزمانا چاہو تو ایک تنکے کو کہربا کے سامنے رکھ دو تو یہ بھی دیکھ لوگے کہ کیسے تنکا اڑ کر کہربا سے چمٹ جاتا ہے۔

اور کیا تمہاری عقل مان سکتی ہے کہ نر کھجور کے پیڑ کی طرف مادہ کھجور کے جھک جانے کا کیا سبب ہے؟ حالانکہ یہ سارے امور دیکھے ہوئے اور مشاہدات میں سے ہیں۔ اور کیا تم جان سکتے ہو کہ نظر بد لگ جانے اور سحر کے تاثیر کرنے کا کیا سبب ہے، حالانکہ یہ دونوں ثابت اور حق ہیں، جن کا نصوص میں بھی ذکر ہے۔

پوشیدہ نہ رہے کہ فن ہیئت کے علماء نے اپنے دلائل و براہین سے زمین کی کرویت (گول ہونا) ثابت کیا ہے۔ جغرافیہ کی کتابیں اور سیاح بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور سب سے قوی دلیل اس پر یہ ہے کہ جس وقت ہندوستان میں سورج کا طلوع ہوتا ہے اسی وقت امریکہ میں غروب ہوتا ہے اور وہاں کے طلوع کے وقت یہاں آفتاب غروب ہوتا ہے۔ (یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ جب زمین گول ہو)

اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ زمین ہوا میں معلق ہے اور آسمان اس کے چہار طرف سے پانسو برس کی مسافت پر دور واقع ہے۔ جیسا کہ نصوص سے ثابت ہے۔ اب کیا عقل کے ذریعہ ایسی بھاری اور بوجھل اجسام ارضیہ کا بغیر کسی ستون کے ہوا میں لٹکا ہوا رہنا سمجھ میں آسکتا ہے؟" لیکن وہ دلیل جو فن ہیئت میں مذکور ہے کہ زمین کے درمیان ایک ایسا جاذب (کھینچنے والا) ہے جو سارے اجزائے زمین کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے تو وہ دلیل بیکار ہے۔ ہمارے مدعا سے سروکار نہیں رکھتی۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہم کہتے ہیں مان لیا کہ اس جاذب نے جمیع اجزائے ارضیہ کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ لیکن کل زمین اپنے جاذب اور مجذوب یعنی اتنے بڑے سمندروں اور بھاری پہاڑوں کے ساتھ بغیر ستون کے ہوا میں کیسے قائم رہ گئی ہے۔

اس کے جواب میں یہ کہنا کہ پوری زمین کو کواکب (تارے) سماویہ اپنی طرف کھینچ رہے ہیں۔ تو یہ دلیل ظنی ہے۔ مفید یقین نہیں۔ اس لیے کہ احتمال ہے کہ ان کواکب میں قوت دفاعیہ (دفع کرنے کی طاقت) ہو جو جہات ستہ (ہر طرف) سے روک رہے ہوں جس کی وجہ سے ہوا میں لٹک رہی ہو۔

اگر تم کہو کہ ایسا نہیں ہے۔ ہم کہیں گے اگر اندفاع صحیح نہیں ہے تو پھر انجذاب کی صحت کیونکر تسلیم کریں اور اگر اندفاع کو مان لو تو ہم کہیں گے کہ اس صورت میں احتمال آگیا اور اعتماد زائل ہوا۔

اور اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ زمین ہوا میں جذب کواکب یا ان کے دفع سے قائم ہے لیکن ذرا نظر آگے بڑھاؤ اور دیکھو کہ پوری زمین خود کواکب جاذبہ یا دافعہ کے ساتھ اور پھر ایک آسمان ان چیزوں کے ساتھ جو دوسرے آسمان تک اس میں ہیں۔ یونہی ساتوں آسمان کرسی تک، یہ سب کیسے قائم ہیں اور یہاں پر کون سا اندفاع ہے اور اس میں کیا انجذاب ہے۔

اس مقام پر پہنچ کر (بعد از خرابیٔ بسیار) اگر ہوش سنبھال لیے اور کہہ دیا کہ اس پورے مجموعہ کا قائم رہنا حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے امر سے ہے۔

ہم کہیں گے صحیح ہے۔ لیکن ابتدائے کار سے اس کو کیوں نہیں مان لیا۔ تاکہ اس ساری دردسری سے چھٹکارا ہوتا۔

اور حقیقت میں یہی طریقہ اسلم اور استوار ہے! اس لیے وہ قادر جو ساتوں آسمانوں کو ہوا میں سنبھال سکے کیا وہ اتنی قدرت نہیں رکھتا کہ صرف زمین کو ہوا میں لٹکا رکھے۔ باوصف اس کے کہ زمین کی تین چوتھائیوں کو دریائے شور گھیرے ہوئے ہے! اور سمندر بھی زمین کی کرویت کی بنا پر گردی (گول) ہے اور پانی بالطبع سیال (بہنے والا) ہے

www.sirat-e-mustaqeem.com

جو کروی شکل پر قائم نہیں رہ سکتا۔ تو اب تبائیے کہ پانی ہوا میں اس کروی شکل کے ساتھ کیسے ٹھہرا ہوا ہے؟

جس شخص میں تفکر کا مادہ ہو اور وہ آسمان اور زمین پر ایک نظر نگاہ عبرت ڈالے تو وہ اس قسم کے بہت سے امثال پا سکتا ہے۔

سُبْحَانَكَ مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۝

"پاکی ہے تیرے لیے تو نے ان چیزوں کو عبث (بیکار) پیدا نہیں کیا۔"

پس اس سے جو ہم نے ذکر کیا ثابت ہوتا ہے کہ عقل معاش جب محسوسات دنیویہ کی سمجھ سے عاجز ہے تو معقولاتِ اخرویہ ایسی عقل کے ذریعہ کیسے دریافت کیے جا سکتے ہیں۔

اگر تم کہو کہ ستاروں کی تاثیرات، جڑی بوٹیوں اور دھاتوں کی خاصیتیں، پتھر سے آگ کا نکلنا۔ مقناطیس کا قطب شمالی اور لوہے سے عشق، کہربا کا تنکے کو کھینچنا، مادہ کھجور کا نر کھجور کی طرف جھک جانا، زمین کا ایسے بوجھل ہونے کے ساتھ ہوا میں قائم رہنا، غرضیکہ یہ ساری باتیں جو مذکور ہوئیں سب کی سب حق تعالیٰ کی تقدیر اور امر سے ہو رہی ہیں اور خداوند تعالیٰ نے ہی ان اشیاء میں یہ تاثیریں اور خاصیتیں رکھی ہیں۔ اگرچہ ہماری عقل ان کو سمجھ نہیں سکتی۔

ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں۔ ٹھیک ہے۔ ہم اس کو تسلیم کرتے ہیں۔ اور تصدیق کرتے ہیں کہ ساری باتیں حق تعالیٰ کی قدرتِ قاہرہ اور حکمتِ کاملہ کے کرشمے ہیں اور یہی ہمارا مدعا و عین مقصود ہے۔ لیکن سوچنا چاہیے کہ خداوند تعالیٰ کی قدرت جب ہمیں یہیں ایسے عجیب و غریب امور جن سے ہماری عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں دکھا رہی ہے تو کیا ایسی قدرت کاملہ ان امورِ آخرت کو جو ہماری عقل کے احاطہ سے باہر ہیں وجود میں نہیں لا سکتی؟

اگر اس بات کو مان لو تو بس نزاع اٹھ گیا اور مقصود حاصل ہوا۔ اور اگر اس پر بھی نہ مانو تو اس کا کیا علاج ہے۔ یہ سراسر ہٹ دھرمی اور تعصب ہوگا بلکہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

نتیجۂ جہالت وحماقت۔

فصل

برادرِ عزیز! جب اس عقل کے فساد اور قصور کو دیکھ چکے اور امورِ آخرت میں اس کی کم مائیگی کو جان چکے۔ تو اب اسے بے کار ہی رہنے دو اور کسی کام میں اس کی اطاعت نہ کرو۔ اور جب تمہیں اس کے قصور اور فتور کا یقین ہو گیا ہے تو خدارا اس کی پیروی کرنے سے پرہیز کرو اور اس کے مقدمات بنانے اور نتائج نکالنے کے داؤ سے بچے رہو۔ کیونکہ یہ تمہیں گمراہ کر کے قعرِ جہنم میں گھسیٹ لے جائے گی اور خدا و رسولؐ کے اوامر (احکام) اور وعدہ وعید کے مقابلہ میں کبھی اس عقل ناقص کے مقدمات کو مت لانا۔ اس لیے کہ کم بخت اور منحوس ہی غائب (آخرت) کو حاضر (دنیا) پر قیاس کیا کرتا ہے اور شیطان مردود کے دھوکوں سے تلقین پاتا ہے۔

دہرا دہرا کر بار بار کہتا ہوں کہ کہیں اس کے پھندے میں پھنس کر اس کی تابعداری نہ کر بیٹھنا۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰی عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰی سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰی بَصَرِهٖ غِشٰوَةً فَمَنْ یَّهْدِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ۔ (پ۲۵: ۱۹)

کیا تو نے اسے نہیں دیکھا جس نے اپنی خواہش کو معبود بنا لیا ہے اور اللہ نے اُسے علم ہی پر گمراہ کر دیا اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردے ڈال دیئے۔ پس اسے اللہ کے چھوڑ دینے کے بعد کون رہنمائی کر سکتا ہے۔

اور عقل اخروی کی پیروی کرو کہ وہ تمہیں صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت کرے گی۔ اس لیے کہ یہ عقل نورِ نبوت سے مستفاد ہے جو قلبِ مومن پر فیضِ الٰہی ہے اور یہی عقل اندھیرے میں چراغ کی طرح بیابان میں رہبر و رہنما کی طرح اور آڑے وقت میں مشکل کشا کے مانند ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

پس ایسی عقل کی پیروی اپنے اوپر لازم کر رکھو اور جبتک کہ زندہ ہو کبھی اُسے ہاتھ سے نہ چھوڑو کہ یہی مہلکات میں نجات دہندہ، اور یہی باقیات صالحات اور صراط مستقیم کی طرف رہنما ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اصل میں اسلام کی بنا تسلیم و یقین کرنے، اور جن باتوں کی قرآن مجید نے خبر دی ہے ان کو بلا انکار و بلا طلب دلیل کے قبول کرنے پر ہے۔ اسی لیے انسان سے یہ سوال کیا جائے گا کہ یہ باتیں تم نے قبول کیں یا نہیں۔ اس کا سوال نہ ہوگا کہ تم نے اس پر دلیل بھی طلب کی یا نہیں۔

بنا بریں سمجھ دار آدمی کو چاہیے کہ اسی بات کو مضبوط پکڑے جس کا سوال ہو۔ اور جس بات کا ذکر تک نہ آئے فضول اس میں زندگی گنوانے سے کیا حاصل۔

اور عقل اخروی اسی تسلیم اور یقین رکھنے کی پیروی و ہدایت کرتی ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہی ارشاد فرمایا کہ:

فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ۔ (پ ۱۲ ع: ۱۰)

"استقامت کیجئے جیسا کہ آپ کو امر کیا گیا ہے۔"

یہ نہ فرمایا کہ استقامت کیجئے اور جن باتوں کا آپ کو امر ہے ان کی دلیل بھی طلب کیجئے۔

حقیقت میں خداوند تعالیٰ کے امر کے سامنے دلیل طلب کرنا شیطان کی سنت (روش) ہے۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ نے جب اس کو حضرت آدم علیہ السلام کی طرف سجدہ کرنے کے لیے امر کیا تو اس نے جواب میں کہا کہ "بھلا میں اس کی تعظیم اور سجدہ کر سکتا ہوں حالانکہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے۔" بیوقوف! اپنی جہالت سے یہ نہ سمجھا کہ مٹی منبع فیوض و برکات ہے اور آگ معدن نقص و مہلکات۔

پس جبکہ تمہیں کہا جائے کہ کہو اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ (ایمان لایا میں اللہ پر) تو بغیر تردد و تاخیر کے زبان اور قلب دونوں کے ساتھ کہہ دو کہ ایمان لایا میں اللہ پر درآنحالیکہ وہ تنہا ہے کوئی اس کا شریک نہیں۔ اسی کا ہے ملک اور اُسی کو سزاوار ہے حمد۔ وہی جلاتا ہے اور وہی مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ ایک اور اکیلا اور ایسا بے نیاز ہے کہ نہ خود کسی سے پیدا ہوا ہے نہ اس سے کوئی پیدا ہوا۔ اور اس کا کوئی ہمجنس

www.sirat-e-mustaqeem.com

نہیں ۔ وہ سننے والا، دیکھنے والا، جاننے والا، کلام کرنے والا، زندہ ہے، قائم رکھنے والا ہے وہ قادر ہے اور وہی اوّل و آخر ہے اور وہی ظاہر و باطن ہے ۔ آخر اسمائے حسنیٰ تک ۔ وہ ازلی و ابدی ہے ۔ اس کے ذات وصفات اور افعال میں کوئی اس کا شریک نہیں ۔ اس کے فرمان کی یہ شان ہے کہ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ٥ (پ ۲۳ ع ۴) (جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو کہہ دیتا ہے کہ ہو جا ۔ پس وہ چیز موجود ہو جاتی ہے)۔

اور باری تعالیٰ کا جسم نہیں، اس لیے کہ جسمیّت کو ترکیب لازم ہے اور باری تعالیٰ ترکیب سے پاک ہے اور جوہر بھی نہیں اس لیے کہ جوہر جسم کا جزو ہے اور جبکہ وہ جسم نہیں تو جوہر کیسے ہو سکتا ہے ۔

اسی طرح سے باری تعالیٰ نہ کسی مکان میں ہے نہ کسی زمانہ میں اس لیے کہ مکان ضرور مکین کے ساتھ مماس ہوتا ہے اور مس بغیر جسمیت کے نہیں ہو سکتا ۔ جس سے باری تعالیٰ منزّہ ہے ۔

اور اس پر کوئی زمانہ نہیں گزرتا ۔ کیونکہ زمانہ نام ہے رات دن کے یکے بعد دیگرے آنے کا ۔ اور اس بارگاہ قدس میں رات و دن کا گزر نہیں بلکہ وہ خود زمانہ کا خالق ہے ۔

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ٥ (پ ۲۵ ع ۳:۶)

اس کے مثل کوئی شے نہیں اور وہ شنوا اور بینا ہے ۔

اور وہ ایسی ذات ہے کہ اس کے ذات وصفات اور اسرار افعال و احکام میں اوّلین و آخرین کے عقول حیران و سراسیمہ ہیں ۔

اور جب تمہیں کہا جائے کہ کہو اٰمَنْتُ بِمَلٰٓئِكَتِهٖ (میں ملائکہ پر ایمان لایا ہوں) تو اسی طرح سے کہہ دو کہ میں اللہ تعالیٰ کے ملائکہ پر ایمان رکھتا ہوں جس طرح سے کہ وہ اللہ کے علم میں ہیں خصوصاً ان میں سے مقربین اور حاملین عرش پر آسمانوں میں تسبیح کرنے والوں پر ۔ اور یقین رکھو کہ ملائکہ گناہوں سے پاک ہیں ۔ کھانے اور پینے اور نر و مادہ ہونے سے بری ہیں ۔ لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ٥ (پ ۲۸ ع ۱۹)

www.sirat-e-mustaqeem.com

وہ حق تعالیٰ کی کبھی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں امر کیا گیا ہے۔

اور جب تمہیں کہا جائے کہ کہو اٰمَنْتُ بِکِتٰبِ اللّٰہِ (میں اللہ کی کتابوں پر ایمان لایا ہوں) تو اسی طرح سے کہہ دو کہ میں ان سب کتابوں پر جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے انبیاء پر نازل ہوئی ہیں ایمان لایا اور اس پر کہ ساری کتابیں اس کلام قدیم ازلی کی تفصیل ہیں جو حروف اور آواز سے منزہ ہے اور یہ سب کتابیں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے نازل شدہ ہیں۔

اور جب تمہیں کہا جائے کہ کہو اٰمَنْتُ بِرُسُلِہٖ (ایمان لاتا ہوں میں رسولوں پر) تو کہہ دو کہ اسی طرح میں اللہ تعالےٰ کے کل رسولوں پر اول الانبیاء حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک ایمان لایا ہوں خصوصًا ان پر جو مقرب بارگاہ الٰہی ہیں۔ اور کل انبیاء معصوم ہیں یعنی ان سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوتا۔ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں توبۂ مقبولہ کی توفیق دی ہے برتقدیر اگر ان سے کوئی لغزش صادر ہو جائے۔ اور وہ بہترین مخلوق اور اللہ کے بندوں میں برگزیدہ ہیں۔ انہوں نے تبلیغ رسالت میں کوتاہی نہ کی اور حق امانت ادا کر دیا۔ وہ راہ خدا میں شایانِ شان کوشش اور حقِ جانفشانی بخوبی بجا لائے۔ اور اللہ تعالےٰ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ باوصف اس کے کہ نفس رسالت کے بارے میں ہم ان میں فرق نہیں کرتے۔ باری تعالیٰ نے اپنے پاک کلام اور پیارے خطاب سے ان کی عزت افزائی کی ہے اور اپنی تائید و نصرت سے ان کو غلبہ بخشا ہے۔ دنیا و آخرت میں ان کے مدارج بلند فرمائے اور اپنے گنہگارانِ امت میں ان کو حقِ شفاعت یعنی (سفارش) عطا کیا ہے۔ خاص کر اپنے فضل و کرم سے ہمارے آقا و مولا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو ان سب (انبیاء) میں زیادہ فضیلت و بزرگی اور بلندیٔ درجہ کے ساتھ خاص و ممتاز فرمایا ہے، یہاں تک کہ آپ کو اپنا خلیفہ بنایا اور آپ کے قول و فعل کو اپنے قول و فعل کا مظہر قرار دیا چنانچہ ارشاد ہے کہ:-

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی (پ ۹ ع: ۱۶)

www.sirat-e-mustaqeem.com

آپ نے نہ پھینکی (خاک کی مٹھی) جبکہ پھینکی بلکہ اللہ ہی نے پھینکی تھی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ارشاد ہوتا ہے کہ :

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (پ ۲۷ ع ۵)

(نہیں کہتے اپنی خواہش سے بلکہ وہ وحی ہی ہوتی ہے جو نازل کی جاتی ہے)

اور آپ کی متابعت کو اپنی محبت کا سبب گردانا ہے اور فرمایا کہ :

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ (پ ۳ ع ۱۲)

"اے حبیب! ان سے (کفار قریش سے) کہدو کہ اگر اللہ کی محبت کا دعوے ہے تو میری متابعت میں ثابت قدم رہو تو اللہ تعالیٰ بھی تم سے محبت کرے گا۔"

اور آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا اور فرمایا کہ :

وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔ (پ ۵ ع ۸)

"جس نے رسول کی اطاعت کی تو درحقیقت اس نے اللہ کی اطاعت کی۔"

اور آپ کے نور کو سب مخلوقات سے اول پیدا کیا اور آپ ہی کے نور سے زمین و آسمان پیدا کیے۔

حضرت آدم اور ان کے بعد جو انبیاء ہیں سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے قیامت کے دن جگہ دی اور حضور کو شفاعت عظمیٰ کا منصب عطا کیا۔ یہاں تک کہ انبیاء و مرسلین کو بھی آپ کی وسیع شفاعت میں داخل ہونے کا فخر بخشا اور آپ ہی کے اعزاز سے آپ کی امت کو خیر الامم کے لقب سے سرفراز فرمایا اور باوجود کثرت معاصی کے آپ کی امت کو مسخ ہونے اور دھنسنے سے محفوظ رکھا اور عام عذاب سے نجات بخشی۔

یہ محض حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت و اعزاز کی وجہ سے آپ کی امت پر انعام ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ :

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ۔ (پ ۹ ع ۱۸)

"اللہ ان کو عذاب میں گرفتار نہ کرے گا جب کہ آپ ان میں موجود ہیں۔"

www.sirat-e-mustaqeem.com

اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی پیاری عمر اور آپ کے پسندیدہ شہر کی قسم کھائی ہے کہ:

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ (پ۱۴ ع:۵) اور لَاۤ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِۙ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِۙ (پ۳۰ ع:۱۵)

"اے نبی محبوب! قسم ہے آپ کی جان عزیز کی کہ بیشک کفار اپنے نشے میں بہکے ہوئے ہیں اور قسم کھاتا ہوں میں اس شہر (مکہ) کی درانحالیکہ آپ اس میں موجود ہیں۔

اور آپ کو اسی دنیا میں اپنے دیدار سے محظوظ و مکرم کیا اور اپنے حضور میں قربت کا درجہ عنایت فرمایا۔ قولہ تعالیٰ:

ثُمَّ دَنٰى فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰى۔ (پ۲۷ ع:۵)

پھر قریب ہوئے پھر اتر آئے اور جھک گئے یہاں تک کہ دو کمانوں کے برابر یا اس سے بھی زیادہ نزدیک ہو گئے۔

اس کے علاوہ وہ وہ بلند درجے، اعلیٰ مقامات اور اعزاز آپ کو حاصل ہوئے جو حد و حساب و شمار سے باہر ہیں۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

یَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَیَا سَیِّدَ الْبَشَرِ
مِنْ وَّجْهِكَ الْمُنِیْرِ لَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَرُ
لَا یُمْكِنُ الثَّنَآءُ كَمَا كَانَ حَقُّهٗ
بَعْدَ اَزْ خُدَا بُزُرگ تُوئی قِصَّہ مُخْتَصَر

"اے صاحب جمال اور اے انسانوں کے سردار! تیرے ہی منور چہرے سے چاند روشن ہوا ہے۔ تیری شایان شان تعریف ممکن نہیں۔ قصہ مختصر یہ ہے کہ خدا کے بعد بزرگی تمہیں ہی رکھتے ہو۔"

اور جب تمہیں کہا جائے کہ کہو اٰمَنْتُ بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ تو بغیر شک و شبہ اسی وقت بے تاخیر اور بغیر کسی پس و پیش کے کہدو کہ میں روز قیامت پر ایمان لایا اور قیامت کے واقعات اور ہولناک مناظر پر یقین رکھتا ہوں اور اس بات پر کہ وہ دن پچاس ہزار

www.sirat-e-mustaqeem.com

برس کے برابر ہوگا۔ اور حساب وکتاب الصراط ومیزان پر ایمان رکھتا ہوں۔ نیز جنت اور جنت کی نعمتوں پر جو ہمیشہ پائدار رہیں گی اور نہروں اور قصور (محلات) پر جو جنتیوں کو حسب مدارج اعمال محض اللہ کے فضل وکرم سے عطا کیے جائیں گے ایمان رکھتا ہوں۔ اسی طرح دوزخ کو مانتا ہوں اور دوزخ کی ان تکالیف وعذاب کی تصدیق کرتا ہوں۔ جس میں کفار ہمیشہ ابدالآباد تک اور فساق (گنہگار) اپنے گناہوں کی آلودگی سے پاک ہونے کے لیے مبتلا رہیں گے اگر کسی کی شفاعت سے ان کی دستگیری نہ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے فضل سے اس سے نجات بخشے۔ اور اس بات کو صحیح تسلیم کرتا ہوں کہ اللہ محض اپنے فضل وکرم سے اپنے بعض صالح بندوں کو قیامت کے ہولناک مواقع سے محفوظ رکھے گا اور عرش کے سایہ میں ان کو آرام کے لیے جگہ دے گا اور اتنا طویل دن ان کے لیے اتنے وقت کے برابر ہو جائے گا۔ جس میں دو رکعتیں نفل کی پڑھی جا سکیں۔ اس میں حیرت اور تعجب کی کیا بات ہے جبکہ باری تعالیٰ خود زمانے کا خالق ہے تو یہ بھی اس کے قبضۂ قدرت میں ہے کہ جس کے لیے چاہے اس کو لمبا بنا دے اور جس کے لیے چاہے اسے کوتاہ کر دے۔ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝ (پ ۳ ع ۱۴)

پس تم کو شک کرنے والوں میں سے نہ ہونا چاہیے اور جب تمہیں کہا جائے کہ کہو اٰمَنْتُ بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى (ایمان لایا میں تقدیر پر کہ خیر و شر جملہ اللہ کی جانب سے ہے) تو تم کو اسی طرح سے کہنا چاہیے۔

اے راہ نجات کے طالبو! جاننا چاہیے کہ قدر کا مسئلہ علم کلام کے نہایت دقیق ترین اور پیچیدہ مسائل میں سے ہے۔ اور قدر پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کے اسرار وحقیقت کی تلاش میں پڑنا بدعت ہے۔

اس لیے کہ عقل معاشی اس مسئلہ کی حقیقت پا لینے سے قاصر ہے۔ اس لیے تم پر لازم ہے کہ اس بات کا پختہ یقین رکھو اور اس کو تسلیم کرو کہ خیر وشر کل اللہ کے قدر و ارادہ سے ہی ہوتا ہے جس کو تمہارے تولد سے پہلے ہی اللہ نے مقدر کر لیا ہے۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۔ (پ ۲۳ ع ۷)

" اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا ہے اور تمہارے اعمال کو بھی۔"

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :

اَرْبَعَةٌ تُكْتَبُ عَلٰى ابْنِ اٰدَمَ وَهُوَ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ اَلسَّعَادَةُ وَ الشَّقَاوَةُ وَالرِّزْقُ وَالْعُمُرُ (مشکوٰۃ بالفاظ مختلف)

" چار چیزیں ایسی ہیں جو ابن آدم پر اس وقت لکھی جاتی ہیں جبکہ وہ ماں کے پیٹ ہی میں ہوتا ہے ۔ سعادت ، شقاوت ، رزق ، اور عمر ۔"

لیکن اللہ تعالیٰ خیر سے راضی ہوتا ہے اور شر سے ناراض ۔ یہی مقام ہے جہاں سے دلائل عقلیہ کے تابعین جو اللہ کی حکمتوں کے اسرار سے محروم ہیں ان کے پاؤں پھسل گئے ہیں اور کہہ بیٹھے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ شر کو پسند نہیں کرتا تو اس نے شر کو پیدا ہی کیوں کیا اور اس کا ارادہ کیوں فرمایا ۔ اور اسی محل میں ملحدین کی (اپنے عقول فاسدہ و دلائل کاسدہ کے اتباع کے موافق) کئی شاخیں بن گئی ہیں ۔

پس جن لوگوں نے کہ شریعت کے دامن میں چنگل مارا ہے اس طرح پر کہ اللہ کے اسرار اور حکمتوں کو جو اللہ کے ملک اور ملک میں ہیں اسی کو سونپ دیں اور اللہ کے قضا و قدر پر تسلیم و ایمان کا اقرار کیا ہے تو وہ نجات پا گئے اور جنہوں نے اس کو باطل قرار دیا وہ ٹوٹے میں رہے ۔

اور اُن کا یہ کہنا کہ جب اللہ تعالیٰ شر سے ناراض ہے ۔ تو اُسے کیوں اس نے پیدا کیا اور کیونکر اس کا ارادہ کیا ؟ یہ اعتراض نہایت بیہودہ اور بعید سفیہانہ ہے اس لیے کہ بندہ کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اپنے مالک سے اس کے اوامر و نواہی کے سبب دریافت کرنے لگ جائے ۔ بلکہ اصل بندگی یہ ہے کہ اس کی ساری باتوں پر پختہ یقین رکھنے کے ساتھ اوامر پر نہایت مستعدی سے قائم رہ کر عمل درآمد کرتا رہے اور نواہی سے بچے اور سخت پرہیز کرتا رہے ۔

اور درحقیقت اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو شر اس وقت شر اور بُرا ہے جب کہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

اس کا تعلق بندوں کے افعال سے ہو جاتا ہے لیکن اس تعلق کے قبل شر میں کوئی برائی نہیں۔ مثلاً بچھناک زہر قاتل ہے اور اس کا شر کھلا ہوا ہے لیکن اگر اس کی پیدائش پر نظر ڈالو تو اس میں کوئی شر نہیں۔ شر اور برائی جو اس سے نکلتی ہے وہ جب ہے کہ انسان اسے کھائے اور استعمال میں لائے لیکن جبتک کہ یہ جڑ زمین میں گڑی ہوئی ہے تو اس میں نہ کوئی شر ہے اور نہ کسی قسم کا ضرر۔

شاید تم کہہ دو کہ پھر اس کی پیدائش سے آخر کیا فائدہ برآمد ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں بہت فوائد ہیں۔ بعض بیماریوں کو اصلاح کے بعد نہایت فائدہ کرتا ہے اور بہت ممکن ہے کہ اس میں اور بھی فوائد ہوں جن کا اب تک تجربہ نہ ہوا ہو۔

پس جسطرح سے لہ بچھناک کی پیدائش کے بارے میں حق تعالیٰ پر اعتراض کرنا سفاہت اور حماقت ہے۔ بالکل اسی طرح کفر اور گناہ کی پیدائش میں حکمۃ چینی نادانی اور جہالت ہے۔

اور دیکھو! سانپ کا زہر انسان کے لیے قاتل ہے لیکن خود ان سانپوں کے لیے سبب حیات ہے۔

ہوا انسان کے لیے سبب حیات ہے اور مچھلیوں کے لیے موجب ہلاک۔

اس کے بعد کوئی عاقل یہ نہیں کہہ سکتا کہ "اے پروردگار! تم نے ہوا کیوں پیدا کی۔ اس لیے کہ یہ ہوا تو مچھلیوں کے لیے ہلاکت کا سبب ہے؟"

اصل میں خالق سے یہ سوال نہیں کیا جا سکتا کہ تم نے یہ کام کیونکر کیا (اس لیے کہ وہ حکیم ہے) البتہ بندے موردِ سوال ہیں۔

اگر تم کہو کہ خیر! ہم نے تسلیم کیا کہ بچھناک اصلاح کے بعد فائدے رکھتا ہے اور سانپ کا زہر اگرچہ انسان کا قاتل ہے لیکن اسی سانپ کے لیے سبب حیات ہے۔ لیکن کفر و عصیان کا فائدہ پھر بھی سمجھ میں نہیں آتا۔

ہم کہیں گے کہ کفر و عصیان میں بھی بہت سے فوائد ہیں جن کو باری تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جان سکتا لیکن باعتبار ظاہر جو ہماری سمجھ میں آسکتے ہیں وہ گناہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

دیتے ہیں۔

(۱) ایک یہ ہے کہ کفر و عصیان اللہ کے حلم (بردباری) کی بڑائی کا (جو اعداء کے ساتھ ہے) پتہ دے کر سمجھ داروں کے لیے ایک درسِ عبرت کھول دیتے ہیں جس سے وہ سمجھ سکتے ہیں کہ اس دنیا میں جب حق تعالیٰ کا حلم اپنے دشمنوں کے ساتھ اس حد تک ہے تو اپنے دوستوں اور خاص بندوں کے ساتھ آخرت میں کہاں تک ہوگا۔

(۲) دوسرا یہ ہے کہ مسلمانوں کا امتحان ہو جائے کہ وہ اس دنیا میں کفار کی ثروت (آسودہ حالی) و نعمت اور مال و اولاد کو دیکھ کر کیا دل سے ان کے حال کی طرف مائل ہوتے ہیں؟ یا ثواب اُخروی کی خواہش میں جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مہیا کر رکھا ہے اور اپنے انبیاء علیہم الصلوٰت کی زبانی اس کا وعدہ فرمایا ہے۔ دنیا کے چند روزہ مصائب و تکالیف پر صبر و شکر کرتے ہیں۔ اور یہ ایسا فتنہ عظیم ہے جس میں اکثر لوگ پھنسے ہوئے ہیں۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْکٰذِبِیْنَ۔ (پ ۲۰ ع ۱۳)

"کیا لوگوں نے ——— یہ خیال قائم کر لیا ہے کہ (محض) آمنّا کہنے کی وجہ سے چھوڑ دیئے جائیں گے اور وہ فتنہ میں مبتلا نہ کیے جائیں گے اور البتہ اس سے پہلے بھی ہم نے لوگوں کو فتنہ میں ڈالا۔ تاکہ اللہ تعالیٰ سچوں اور جھوٹوں کو جان لے۔"

(۳) تیسرا یہ کہ قیامت کے دن کفار کو گنہگار مومنوں کے لیے فدیہ کر دیا جائے گا جب کہ احادیث میں وارد ہے اور یہ اللہ کا مومنین پر بڑا احسان ہے۔

(۴) چوتھا یہ کہ اس صورت سے مومنین کو امورِ آخرت کی طرف شوق اور رغبت دلائی گئی ہے اور ان کے جذبات و حسیات کو اس بات کی طرف برانگیختہ کیا اور ابھارا گیا ہے کہ دنیا کی نعمتیں اور سارے دنیاوی امور کفار و فساق کو سونپے گئے ہیں۔ تو جس

www.sirat-e-mustaqeem.com

طرح سے کہ وہ کفار مشاغل دنیا میں منہمک اور محو ہیں اور اس معاملہ میں ہم (مومنین) ان کے ساتھ شریک نہیں۔ اس لیے مسلمانوں کی غیرت کا تقاضا یہ ہونا چاہیے اور ان کو سزاوار اور زیبا بھی یہ ہے کہ ہمہ تن امور آخرت میں مصروف اور منہمک ہو جائیں اور اس بات میں ان کو (کفار کو) اپنے ساتھ شریک نہ بنائیں۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ

اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّۃُ الْکَافِرِ (جامع صغیر)

"دنیا مومن کے لیے جیل خانہ اور کافر کے لیے جنّت ہے۔"

(۵) پانچواں یہ کہ اسلام کا نور کفر و عصیان کی اندھیریوں کے مقابلہ میں اور زیادہ روشن ظاہر ہو جائے۔ اس لیے کہ سب چیزیں اپنی ضد ہی کے ساتھ مقابلہ کرنے سے جانی جاتی ہیں۔ اور مسلمان اس حقیقت کو جان کر شکر کو اپنے اوپر لازم کر رکھیں کہ ان کو حق سبحانہ وتعالےٰ نے کفر و سرکشی سے نجات دی اور اسلام و ایمان کی نعمت عطا کی۔ پس اگر کفر نہ پیدا کیا جاتا تو نہ اسلام کی قدر کو جانا جا سکتا اور نہ اس کا شکریہ ادا کیا جا سکتا۔

(۶) چھٹا یہ کہ اللہ تعالیٰ کے غناء اور بے نیازی کا اظہار ہو کہ اس بے نیاز شہنشاہ کو مخلوق اور اس کے اعمال کی کوئی پروا نہیں۔ اس لیے کہ اگر اُسے بندوں کی اطاعت میں منفعت ہوتی اور کفر و معاصی میں مضرت تو ضرور وہ اپنے اکثر بندوں کو کفار نہ پیدا کرتا۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ (پ ۲۰ ع ۱۳)

"تحقیق اللہ کل مخلوقات سے غنی اور بے نیاز ہے۔"

(۷) ساتواں کفر کے پیدا کرنے سے یہ مقصد ہے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ انبیائے کرام کے دوستوں کو نعمتیں دے کر اور ان کے دشمنوں کو عذاب میں مبتلا کر کے انبیاء علیہم السلام کے بڑے مرتبے اور شرف کو ملائکہ اور باقی مخلوق پر ظاہر کرتا ہے۔ اور کیا اچھا کہا گیا ہے فارسی میں ؎

برائے دوستش جنت بنا و دشمنش دوزخ ۔۔۔ خدائے او مقرر ساخت تا قدر ورا دانی

کفر و عصیان میں اس کے علاوہ اور بھی منافع ہونگے جن کو ہم نہیں جانتے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۔ (پ ۲۹ ع ۱۵)

"اللہ کے عساکرِ اسرار کو اللہ ہی جانتا ہے۔"

نوٹ : مسئلہ تقدیر کو "رسالۃ التنویر" کے نام سے آخر کتاب میں علیحدہ بیان کیا جائے گا

اور جب تمہیں کہا جائے کہ کہو اٰمَنْتُ بِالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ (موت کے بعد دوبارہ بعث، زندہ ہونے پر ایمان لایا ہوں) تو اسی طرح بلا تردد اور بلا طلب دلیل صاف کہہ دو اور عقیدہ رکھو کہ موت کے بعد اٹھنا حق ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس بات پر ایمان لائے بغیر ایمان کامل نہیں۔

جاننا چاہیے کہ بعث بعد الموت کا مسئلہ ان مشہور مسائل میں سے ہے جو کفار اور مومنین کے درمیان مختلف فیہ ہیں۔ کفار پچھلے زمانے سے لے کر اب تک اس کا انکار کرتے چلے آئے ہیں۔ اس لیے کہ ان کی ناقص عقلیں عدم کے بعد وجود کا انکار کر دیتی ہیں۔ اور مسلمان بحمدہٖ تعالیٰ اَلْبَعْثُ بَعْدَ الْمَوْتِ کا بہ اتباع فرمودۂ الٰہی اعتراف کرتے ہیں۔ ارشادِ الٰہی ہے:

قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ۝ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ۝ (پ ۲۳ ع ۴)

"انسان کہتا ہے کہ ان ہڈیوں کو درآنحالیکہ وہ گل گئی ہوں کون زندہ کرے گا۔ کہہ دیجیے (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کہ وہی خدا اسے زندہ کر دے گا جس نے اسے پہلی بار پیدا کیا تھا اور وہ ہر ایک چیز کی صنع کو جانتا ہے۔"

مسلمان کہتے ہیں کہ جس ذات کی یہ شان ہو کہ وہ پہلے پہل مخلوق کو عدم محض سے پیدا کر سکے وہ بطریق اولیٰ اس بات پر قادر ہے کہ اسے دوبارہ پیدا کر دے۔

اگر بنا بر مذہب مادیین (نیچری یا دہریہ) یہ کہا جائے کہ ساری خلقت ابتداءً والدین کے نطفہ سے ہی پیدا ہوتی چلی آ رہی ہے۔ عدم محض سے پیدائش نہیں ہو سکتی۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اچھا پھر تبلائیے کہ ہم سب کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کس نطفہ سے پیدا کیے گئے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

اگر تم کہو مٹی سے۔ ہم کہیں گے ٹھیک ہے مُردوں کو بھی حق تعالیٰ مٹی سے اسی طرح پیدا کر دے گا۔

اچھا! ملائکہ، جن، اور عالم ارواح کس نطفے سے پیدا کیے گئے ہیں؟

اگر تم کہو گے کہ نور یا نار کے مادے سے۔ ہم جواب میں عرض کریں گے۔ صحیح فرمایا بالکل اسی طرح سے حق سبحانہ و تعالیٰ بلحاظ اعمال بعض مُردوں کو نور کے مادہ سے اور بعض کو آگ کے مادہ سے زندہ کرے گا۔

وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ (پ ۱ ع ۱۲)

"اللہ تعالیٰ ہر ایک شے پر قادر ہے۔"

مخلوقات کا بعث ان امور سے ہے جن کا خداوند تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے:

وَلَنْ یُّخْلِفَ اللّٰہُ وَعْدَہٗ (پ ۱ ع ۱۳)

"اور اللہ تعالیٰ ہرگز وعدہ خلافی نہیں کرتا۔"

اور بعث بعد الموت ان مسائل ضروریہ اسلامیہ سے ہے جس کا قرآن شاہد ہے اور جس کے بارے میں احادیث صحیحہ تواتر کی حد کو پہنچ چکی ہیں۔ اس لیے اس کا منکر اسلام کے دائرے سے خارج ہے۔ اس وجہ سے تمہیں چاہیے کہ ارشاد الٰہی اور فرمان مصطفوی کے اتباع میں نجات طلب کرو اور عقل افلاطونی کو چھوڑ دو کہ یہ تمہیں بھی ایسا ہی ہلاک کرنے کی جیسا کہ خود اسے ہلاک کیا تھا۔

فصل

ان امور میں سے جو تمہیں عذاب آخرت سے نجات دے سکتے ہیں۔ ایک یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آل اور اصحاب کے شرف اور بزرگی کا پختہ اعتقاد رکھو اور ان کی محبت کی وجہ سے لازم جانو اس لیے کہ حضور اکرم نے اپنی امت کو اپنی پاک و پسندیدہ آل اور پرہیزگار و برگزیدہ اصحاب کی محبت کے لیے نہایت شوق دلایا ہے اور برانگیختہ کیا ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

ان کے شرف اور حقوقِ عظیمہ کے بارے میں نصوص قرآنیہ اور صحیح احادیث نبویہ اس کثرت سے وارد ہیں جن کا بیان نہیں کیا جا سکتا۔ گویا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علم الٰہی سے جان لیا تھا کہ امت کا ایک حصہ ان دونوں برگزیدہ جماعتوں میں سے ایک کے ساتھ بغض رکھے گا۔ جس کی بنا پر آپ نے اس قدر ترغیب فرمائی۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ایک فرقہ ایسا ہے، جو آل سے تو محبت کرتے ہیں۔ لیکن اصحاب کے ساتھ سخت بغض رکھتے ہیں۔ اور ان کی شان کو کم کر دیتے ہیں۔ اس گروہ نے اپنا نام شیعۂ علی (یعنی طرفدارانِ علیؓ) رکھ لیا ہے اور یہی روافض ہیں۔ یہ لوگ اصحاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں اور ان پر بہت سی ایسی باتوں کی تہمت لگاتے ہیں۔ جن سے وہ فی الحقیقہ بری ہیں۔

ہم اہل سنت وجماعت ان کی براءت اور حسن عاقبت پر دو عادل گواہ پیش کر سکتے ہیں یعنی اللہ اور اللہ کا رسولؐ۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ (پ۲۶ ع۱۲)

"محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ اُن کے ساتھ ہیں کفار کے حق میں سخت اور آپس میں نرم دل ہیں (اے مخاطب) تو ان کو رکوع اور سجدہ کی حالت میں ہی دیکھتا ہے۔ وہ اللہ کا فضل اور خوشنودی طلب کرتے ہیں۔ سجدوں کے اثر سے ان کے چہروں پر نشانیاں ہیں۔"

اور ارشاد ہے کہ:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ۔ (پ۲۶ ع۱۱)

"تحقیق اللہ مسلمانوں سے راضی ہوا جبکہ وہ تم سے درخت کے تلے بیعت کر

www.sirat-e-mustaqeem.com

رہے تھے۔ پس اس نے جو اُن کے دلوں میں ہے جان لیا۔ پھر ان پر اطمینان نازل فرمایا۔"

اور ارشاد ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ (پ ۱۱ ع ۲۶)

" اور پہلے پہل سبقت کرنے والے مہاجرین اور انصار اور جنہوں نے ان کی اخلاص کے ساتھ پیروی کی، اللہ ان سب سے راضی ہے اور وہ سب اللہ سے خوش۔ اللہ نے اُن کے لیے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے تلے نہریں بہتی ہیں۔"

جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خوشنودی، مہاجرین، انصار اور ان کے بااخلاص متبعین کے لیے ظاہر فرمائی ہے تو اس آیت نے اس بات پر صاف دلالت کی کہ اللہ کی خوشنودی صرف ان کے لیے ہے اور اُن کے لیے ہے جو ان کے بعد بھلائی اور محبت کے ساتھ ان کے تابع ہوئے۔

لیکن وہ لوگ جو ان کے بعد ان کے ساتھ بغض اور ناشکری سے پیش آئے تو وہ کبھی اللہ کی خوشنودی کے مستحق نہیں ہو سکتے۔

ہمیں اللہ کی خوشنودی کافی ہے اعدائے الٰہی کے غصہ کی ہمیں کوئی پرواہ نہیں۔

اور ارشاد الٰہی ہے کہ:

" لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى (پ ۲۷ ع ۱۷)

" تم میں سے وہ لوگ جنہوں نے فتح (مکہ) کے بعد خرچ اور قتال کیا ہے ان لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتے جنہوں نے فتح کے پہلے خرچ اور قتال کیا ہے۔ یہ لوگ از روئے درجہ اجر بہت بڑے ہیں اور اللہ نے سب سے نیک وعدہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

کیا ہے۔"

انصاف کی نظر سے وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی کے جملہ کی طرف دیکھنا چاہیے۔ اس لیے کہ "حسنیٰ" باتفاق مفسرین "جنت" ہے۔ اور "کلا" (سب) کا لفظ نہایت بلند آہنگی سے پکار کر کہتا ہے کہ "صحابہ رضی اللہ عنہم سب کے سب اہل جنت سے ہیں۔"

اس آیت کریمہ سے وہ شبہ بھی دفع ہو جاتا ہے جس کو شیطان نے اپنے دوستوں کے دلوں میں آراستہ کر دکھایا ہے کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم (اللہ تعالیٰ ان کی محبت پر ہمیں زندہ رکھے اور قیامت کے دن ان کی جماعت میں اٹھائے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سوا ایک چھوٹی جماعت کے جو کُل کے کُل شمار میں سات ہیں سب کے سب اسلام کے راستہ سے منحرف ہو گئے اور ایمان لانے کے بعد مرتد ہو گئے (معاذ اللہ) اس لیے کہ جن لوگوں کا مآل (انجام) رب العٰلمین کی شہادت سے جنت قرار پائے تو ایک مسلمان یہ گمان کیونکر کر سکتا ہے کہ وہ عیاذاً باللہ مرتد ہو کر مریں۔

اور "وعد اللہ" کے لفظ سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اصحاب کو یہ بشارت وعدہ ہائے الٰہی سے ہے اور خود اللہ کا ارشاد ہے کہ:

وَعْدَ اللّٰہِ لَا یُخْلِفُ اللّٰہُ وَعْدَہٗ - (پ ۲۱ ع ۴)

"اللہ اپنے وعدوں کا خلاف نہیں کرتا۔"

اور باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۚ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُو الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ

www.sirat-e-mustaqeem.com

رَّءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝ (پ ۲۸ ع ۴)

" (مالِ فے وغنیمت) ان محتاج مہاجرین کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکالے گئے ہیں جو اللہ کے فضل و رضا مندی کے طلبگار ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔ یہی لوگ سچے ہیں۔ (اور نیز مال غنیمت) اُن کے لیے ہے جنھوں نے (مہاجرین کے آنے سے پہلے) مدینہ میں اور ایمان میں قرار پکڑا دوست رکھتے ہیں اس کو جو ان کی طرف ہجرت کرتا ہے اور نہیں پاتے اپنے دلوں میں کوئی غرض (یا کوئی خلش) اس شئی کی طرف جو مہاجرین کو دے دی جائے اور ان کو اپنی جانوں پر مقدم رکھتے ہیں۔ اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو۔ اور جو بچاتا ہے اپنے نفس کو بخل (یا حرص) سے تو وہی لوگ کامیاب اور فلاح پانے والے ہیں۔ اور جو لوگ ان کے بعد آئے کہتے ہیں کہ اے رب ہمارے کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ایمان لانے والوں کی بابت ہمارے دلوں میں کینہ نہ ڈال۔ اے ہمارے رب تو بڑا شفیق و مہربان ہے۔"

حق تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کو تین فرقوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک فرقہ ان مہاجرین کا ہے جو اپنے وطن اور مال سے محض اس لیے نکالے گئے کہ وہ اللہ کے فضل و رضا مندی کے طلب گار تھے اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی مدد کے خواہاں۔ پس اللہ سبحانہ وتعالےٰ نے اس گروہ کا وصف اس طرح بیان فرمایا کہ یہ لوگ اپنے قول و فعل میں صادق ہیں اور انہیں کی طرف اس آیت پاک میں اشارہ ہے کہ:

فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ ج (پ ۵ ع ۶)

" جو اللہ اور رسول کا کہا مانتے ہیں تو وہ ان کے ساتھ ہیں جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء، صدیقین، شہدا اور صلحاء۔"

تو ان کا درجہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے بعد ہی ہے۔

دوسرا فرقہ انصار کا ہے جنھوں نے مہاجرین کے آنے سے پہلے مدینہ میں قرار پکڑا

www.sirat-e-mustaqeem.com

اور ایمان کو اپنے دل میں جگہ دی۔ اللہ نے ان کا وصف اس طرح بیان فرمایا کہ یہ گروہ مہاجرین سے محبت رکھتے ہیں۔

وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (پ ۲۸ ع ۴)

"اور ان کو اپنی جانوں پر مقدم سمجھتے ہیں۔ اگرچہ خود فقر و فاقہ میں ہی ہوں۔"

اللہ نے ان کو اپنے نفسوں کے حرص و بخل سے بچا لیا اور وہی لوگ کامیاب ہوئے جن کی طرف آیت مذکورہ میں "شہدا" کے لفظ سے اشارہ ہے اور ان کا درجہ صدیقین کے درجہ کے بعد ہے۔

تیسرا فرقہ ایسا ہے جو مہاجرین اور انصار میں سے نہیں ہے اور ان دونوں جماعتوں کے بعد آیا ہے۔ جن کے لیے "حسنیٰ" (جنت) اور بلند مراتب نے آخرت میں سبقت کی ہے۔ لیکن یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں:۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ (پ ۲۸ ع ۲)

"اے ہمارے رب! ہم کو اور ان کو جنہوں نے ایمان میں ہم سے سبقت کی ہے بخش دے۔"

یہ جماعت اپنے لیے اور اپنے ان بھائیوں کے لیے جو ان سے پہلے ایمان لا چکے ہیں مغفرت طلب کرتے ہیں اور کہتے ہیں: "اے ہمارے پروردگار! ہمارے دلوں میں مومنین کے لیے کینہ نہ ڈال۔"

پس اس وجہ سے کہ یہ لوگ صالحین اولین سے محبت رکھتے ہیں اور ان کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ ان کے بارے میں دعائیں مانگتے ہیں کہ "اے اللہ ہمارے قلوب میں ان کے بغض، کینہ، اور عداوت کو جگہ نہ دے۔" تو ان کا حق تعالیٰ نے یوں وصف کیا ہے کہ "اللہ ان پر رحیم اور نہایت مہربان ہے۔" اور انہیں کی طرف آیت مبارکہ میں صالحین کے لفظ سے اشارہ فرمایا ہے۔ ان کا درجہ شہداء کے درجہ کے بعد ہے۔"

پس مہاجرین اولین اتنے بلند مراتب سے اسی وجہ سے ممتاز ہوئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں مٹے ہوئے تھے اور انصار درجات عالیہ سے جبھی سرفراز ہوئے کہ حضور اکرم اور مہاجرین کی محبت سے سرشار تھے۔ اور باقی امت مرحومہ حق سبحانہ و تعالیٰ

www.sirat-e-mustaqeem.com

کی رافت و رحمت کی اسی وقت مستحق ہوئی جبکہ ان سب کی محبت کو انہوں نے حرزِ جاں بنایا۔ اس لیے وارد ہے کہ :

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (ترمذی شریف)

"آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ وہ محبت رکھتا ہوگا۔"

لیکن وہ لوگ جو کہ نہ مہاجرین میں سے ہیں نہ انصار میں سے اور نہ ان لوگوں میں سے جو صحابۂ کرامؓ سے محبت رکھتے ہیں اور ان کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں بلکہ ایسے لوگ ہوں جنھوں نے کینہ، بغض اور عداوت کو اپنا دین اور طریقہ بنا لیا ہو اور لعن و طعن اولیاء اللہ اور اصحاب رسولؐ اللہ کو اپنی عادت و عبادت سمجھتے ہوں۔ پس تم ان کے بارے میں کیا خیال کرتے ہو؟ کیا آخرت میں ان کا کوئی حصہ ہو سکتا ہے؟ یا وہ دوزخ سے چھٹکارا پا سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں!!

كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَحْجُوبُونَ ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيمِ ثُمَّ يُقَالُ هَٰذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ ۔ (پ ۳۰ ع ۸)

"بےشک وہ اپنے رب (کے دیدار) سے اس دن آڑ..... میں (یعنے محروم) ہوں گے۔ پھر وہ ضرور دوزخ میں داخل ہوں گے۔ پھر (ان کو) کہا جائے گا کہ یہی تو ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے۔"

دوسرے گواہ ان کی برأت اور بہتری عاقبت پر حضورؐ اکرم ہیں۔ حضورؐ کا ارشاد ہے :- اِنَّ اللّٰہَ اِخْتَارَنِیْ وَاخْتَارَلِیْ اَصْحَابًا فَمَنْ اَحَبَّھُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّھُمْ وَمَنْ اَبْغَضَھُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَھُمْ

"اللہ پاک نے پہلے مجھے منتخب فرمایا۔ اور میرے لیے میرے اصحاب منتخب فرمائے پس جو شخص ان سے محبت رکھتا ہے تو میری ہی محبت کی وجہ سے، اور جو اُن سے بغض رکھتا ہے وہ میرے ہی بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھتا ہے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کے بغض کو اپنے نفس کا بغض گردانا ہے اور تم خود ہی انصاف کرو کہ جو (بدبخت) حضورؐ سے بغض رکھے تو اسے کس طرح زیبا دجا تمر

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہو سکتا ہے کہ وہ اسلام کا دعویٰ کرے۔

اور حضور اکرم فرماتے ہیں کہ:

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّہِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِہْتَدَیْتُمْ۔ (مشکوٰۃ شریف)

"میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں جس کی بھی تم پیروی کرو گے ہدایت یاب ہو گے۔"

اور فرماتے ہیں:

اَللّٰہَ اَللّٰہَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْہُمْ غَرَضًا مِّنْ بَعْدِیْ فَلَوْ اَنْفَقَ اَحَدُکُمْ مِثْلَ اُحُدٍ ذَہَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِہِمْ وَلَا نَصِیْفَہٗ۔ (مشکوٰۃ شریف)

"ڈرو اللہ سے۔ ڈرو اللہ سے میرے اصحاب کے بارہ میں۔ تم ان کو اپنے اغراض کا آماجگاہ نہ بناؤ۔ اور اگر تم میں سے کوئی اُحد (پہاڑ) کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کر دے تو بھی ان کے (صحابہ کے) ایک چھوٹے پیمانے بلکہ اس کے آدھے کے بھی برابری نہیں کر سکتا۔"

پس جبکہ ان کے آپس کی شفقت و رحمت، "اللہ کی ان سے رضامندی و خوشنودی"۔ ..... ان پر سکینہ (اطمینان) کا نازل کرنا۔" ان سے حسنیٰ یعنی جنت کا وعدہ کرنا۔ یہاں تک کہ جو ان کی پیروی کرے وہ بھی اللہ کی رضامندی کو پائے۔ یہ سب باتیں جداگانہ قرآن مجید سے ثابت ہوں۔ اور حضور اکرم نے اپنی اُمت کو ان کی شان میں خوض کرنے (دخل دینے سے) نہایت سختی سے روکا ہو۔ ان کی خیرات کو دوسروں کی خیرات سے "چاہے وہ اُحد پہاڑ کے برابر سونا ہو" بڑھ کر فرمایا ہو۔ ان کی محبت کو اپنی محبت اور ان کے بغض کو اپنا بغض گردانتا ہو۔ ان کو اُمت کے لیے ستارے قرار دیا ہو (کہ ان کی پیروی سے منزل مقصود کو پہنچیں) پس اے منصف! اس گروہ کے بارہ میں تیرا کیا خیال ہے جو ان کا منکر ہے اور اُن سے بغض رکھتا ہے اور ان کو گالیاں دیتا ہے بلکہ ان کے لعن و طعن اور سب و شتم و تبریٰ کو اس نے رات دن کا وظیفہ بنا لیا ہے؟

قَاتَلَہُمُ اللّٰہُ اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ۔ "مارے ان کو اللہ تعالیٰ کہاں جا گرے ہیں۔"

www.sirat-e-mustaqeem.com

دوسرا ایک فرقہ ایسا ہے جو حضور اکرمؐ کی آل اطہار اور ذریت مطہرہ سے بغض و عناد رکھتے ہیں اور یہ وہی ہیں جن کو خوارج اور نواصب کہا جاتا ہے۔

حالانکہ حق سبحانہ وتعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى (پ۲۵ ع۴)

"کہہ دیجئے آپ کہ میں تم سے (کفار سے) تبلیغ رسالت پر کوئی اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی مودت (مانگتا ہوں)"

پس جبکہ عزیزوں اور قریبوں کی دوستی اور مودت کفار سے بھی مطلوب تھی تو کیا ایک پکے مومن اور متقی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کی مودت لائق ولازم نہیں؟

اور حضورؐ فرماتے ہیں کہ:

وَاللّٰهِ لَا يَدْخُلُ قَلْبَ رَجُلٍ الْاِيْمَانُ حَتّٰى يُحِبَّهُمْ لِلّٰهِ وَ لِقَرَابَتِهِمْ مِنِّيْ۔ (صواعق محرقہ)

"قسم ہے اللہ کی! کسی آدمی کے دل میں ایمان داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اہلبیت سے اللہ کی وجہ سے، اور میری قرابت کی وجہ سے محبت نہ رکھے"

اور حضورؐ نے حضرت حسنؓ کے بارہ میں فرمایا ہے کہ:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُحِبُّهٗ فَاَحِبَّهٗ وَاَحِبَّ مَنْ يُّحِبُّهٗ

"اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ تو بھی اسے دوست رکھ۔ اور دوست رکھ اُسے جو اس سے محبت رکھتا ہے" (مشکوٰۃ)

راوی کہتا ہے کہ یہ کہہ کر حضورؐ نے حضرت حسنؓ کو اپنے سینہ مبارک سے چمٹا لیا۔

اور حضورؐ فرماتے ہیں کہ:

مَنْ اَحَبَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ فَقَدْ اَحَبَّنِيْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمَا فَقَدْ اَبْغَضَنِيْ۔ (صوعق محرقہ)

"جس نے حسن اور حسین سے محبت رکھی بتحقیق اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا پس تحقیق اس نے مجھ سے بغض رکھا۔"

www.sirat-e-mustaqeem.com

اور فرماتے ہیں:۔

حُسَيْنٌ مِّنِّيْ وَاَنَا مِنْ حُسَيْنٍ اَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ اَحَبَّ حُسَيْنًا حُسَيْنٌ سِبْطٌ مِّنَ الْاَسْبَاطِ (مشکوٰۃ)

حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ دوست رکھے اس کو اللہ جو دوست رکھتا ہے حسین کو اور حسین فرزند ہے (میرے) فرزندوں میں سے۔"

اور حضور فرماتے ہیں کہ:

اِنِّیْ تَارِكٌ فِيْكُمُ الثَّقَلَيْنِ اَلْقُرْاٰنُ حَبْلُ اللّٰهِ مَمْدُوْدٌ مِّنَ السَّمَاءِ اِلَى الْاَرْضِ وَعِتْرَتِيْ اَهْلُ بَيْتِيْ وَلَنْ يَّتَفَرَّقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ (مشکوٰۃ مختصراً)

"میں تم میں اے جن وانس دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ ایک قرآن جو اللہ کی رسی ہے وہ آسمان سے زمین تک کھنچی ہوئی ہے۔ دوسری اپنی اولاد یعنی اہل بیت کو اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ حوض (کوثر) پر وارد ہو جائیں۔"

پس جس طرح کہ قرآن کی محبت ایمان کے ترازو کا ایک پلہ ہے۔ اسی طرح اہل بیت کی محبت اس کا دوسرا پلہ ہے اور ایمان کا ترازو ان دونوں پلوں کی برابری کے بغیر ہرگز قائم نہیں رہ سکتا۔ اور حضور نے فرمایا ہے کہ:۔

مَثَلُ اَهْلِ بَيْتِيْ كَسَفِيْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجٰى وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرَقَ (جامع صغیر)

"میری اہل بیت نوحؑ کی ناؤ کی طرح ہے جو اس پر سوار ہوا نجات پا گیا اور جس نے تخلف کیا وہ غرق ہوا۔"

تنبیہِ حسن: حضورؐ نے اپنے اصحاب کرام کو ستاروں سے تشبیہ دی ہے اور اہل بیت طاہرہ کو حضرت نوحؑ کی کشتی کے مانند قرار دیا ہے۔ اس میں یہ نکتہ ہے کہ کشتی ساحل مقصود کو جبھی پہنچ سکتی ہے کہ ستاروں سے ہدایت یاب ہو۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

گویا کہ حضورؐ نے نورِ نبوت سے جان لیا تھا کہ اُمت میں سے ایک قوم ایسی پیدا ہوگی جو اہل بیت کی محبت کا دعوےٰ کرتی ہوگی۔ لیکن اصحاب سے بغض ان کا شیوہ ہوگا۔ اس لیے حضورؐ نے فرمایا کہ جو "محبت اہل بیت" کی کشتی میں سوار ہونا چاہتا ہے۔ اس پر پہلے لازم ہے کہ "ہدایت اصحاب" کے ستاروں کی رہنمائی حاصل کرے تاکہ اس کے ایمان کی کشتی ساحلِ نجات پر جا پہنچے اور درجات عالیہ کے کنارے جا لگے۔

اور جس نے ستاروں سے ہدایت یابی کو چھوڑ دیا۔ تو اس کی کشتی ڈوبنے اور ہلاکت کو جھانک رہی ہے۔ اس لیے کہ اس سمندر کی موجیں بڑی ہی ہلاکت آفرین و مصائب آگین ہیں جن سے بہت ہی کم مسافر بچ کر نکلتے ہیں۔

"معذرۃ": آل اطہر کے فضائل کے بارہ میں ہم نے جو اختصار برتا ہے یہ اس وجہ سے نہیں کہ اہل سنت کو ان سے محبت کم ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم ان کی محبت کو ایمان کا ایک جزو جانتے ہیں۔ جس طرح سے کہ اصحاب کی محبت کو دوسرا جزو سمجھتے ہیں اور ہمارے اعتقاد کا ترازو بحمدہٖ تعالیٰ آل و اصحاب دونوں کی محبت سے قائم و برابر ہے۔ اس قدر کہ کوئی ایک پلہ بھی جھکا ہوا نہیں ہے۔ بلکہ اصل سبب اس کا یہ ہے کہ اس بیان کی ضرورت کم ہے۔ اس لیے کہ جو لوگ آل اطہر سے بغض رکھتے ہیں۔

اَحْیَانَا اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مَحَبَّتِہِمْ وَ اَمَاتَنَا عَلٰی مَحَبَّتِہِمْ وَحَشَرَنَا فِیْ زُمْرَتِہِمْ

"(حق سبحانہٗ و تعالےٰ ہمیں اہل بیت کی محبت پر زندہ رکھے اور انہیں کی محبت پر مارے اور انہیں کی جماعت میں ہمارا حشر ہو۔")

اُن خوارج کو حق تعالےٰ نے بفضلہ روئے زمین سے ہلاک کر کے اٹھا دیا ہے صرف ایک تھوڑی سی جماعت اطراف یمن اور بحر فارس کے کناروں میں باقی ہے۔ برخلاف اس کے وہ لوگ جو اصحاب سے بغض رکھتے ہیں کل روئے زمین پر مشرق سے لے کر مغرب تک پھیلے ہوئے ہیں اور اپنے اس خاص نفاق کی وجہ سے جس کو وہ لوگ "تقیہ" کہتے ہیں۔ اہل السنۃ والجماعت سے مل گئے ہیں اور مختلط ہو گئے ہیں اور تقیہ ان کے

www.sirat-e-mustaqeem.com

اصول مذہب میں سے ہے۔ دراصل یہی ان کے بکھر جانے اور انتشار کا قوی سبب ہے۔ اللہ انہیں ہدایت دے! اے میرے بھائی! خدا تمہیں ہدایت کی توفیق دے! جاننا چاہیے کہ آل و اصحاب سے بدگمان ہونا (اللہ ہمیں اس سے بچائے) خود حضور اکرمؐ سے بدگمانی ہے۔ اور ان کی تنقیص خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص ہے (پناہ بخدا) یہ اس وجہ سے کہ جو شخص اپنے ایسے محبوب ترین آل و اصحاب کو (جو اسے سب لوگوں سے زیادہ پسندیدہ ہوں..... اور آپ کی موافقت اور اتباع کمال کے ساتھ موصوف ہوں ..... اور آپ کی محبت اور رضامندی میں اپنی جانیں، اموال، اور اولاد بیدریغ خرچ کرتے ہوں) اللہ کے عذاب سے نجات دلانے پر قادر نہ ہو تو بھلا وہ اپنی امت کے تمام افراد اور تمامی مخلوق کی نجات دہی پر کیسے قدرت رکھ سکتا ہے؟ باوصف اس کے کہ وہ مخالفت اور بدعت میں کمال رکھتے ہوں۔

اس کے علاوہ حضورؐ نے آل و اصحابؓ کو بہشت بریں کی بشارت دی ہے۔ جو احادیث صحیحہ مشہورہ سے ثابت ہے جنکی مجموعی حیثیت حد تواتر کے لگ بھگ ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے کہ "ابوبکرؓ جنت میں ہوں گے اور عمرؓ جنت میں ہوں گے یہاں تک کہ عشرہ مبشرہ پورے گن دیئے" (اللہ ان سب سے راضی ہو)

اَبُوْبَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ اِلٰى اَنْ عَدَّ الْعَشَرَةَ الْمُبَشَّرَةَ رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ۔ (مشکوٰۃ مختصراً)

اس بارہ میں احادیث اس قدر کثرت سے وارد ہیں کہ ان کا شمار نہیں ہو سکتا۔ اور فرمایا کہ:

اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاُمُّهُمَا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَعَنْهَا سَيِّدَةُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ۔ (مشکوٰۃ مختصراً)

"حسن و حسین جنت کے جوانوں کے سردار ہیں اور ان کی ماں جنت کی عورتوں کی سیدہ ہیں"

اس لیے کہ آل و اصحاب نے اپنی جانیں، اپنے مال اور وطن، اپنے اہل و اقارب

www.sirat-e-mustaqeem.com

اپنے مددگار سب کے سب حضورؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، مدد اور خدمت میں صرف کر دیئے تھے۔

پس جبکہ روافض کے خیال پر اصحاب عذاب الٰہی سے نجات یاب نہ ہوئے اور جبکہ خوارج کے گمان پر آل اطہر نے چھٹکارا نہ پایا تو پھر تمہیں سوچو کہ عوام امت جو بعد میں آئے اور جنہوں نے شریعت مطہرہ اور طریقہ پسندیدہ و نجات دہندہ کی مخالفت کی..... ان کا کیا حشر ہوگا۔

اگر کہو کہ یہ سب دوزخی ہیں "پناہ خدا"! تو پھر نبی ہاشم جو ساری مخلوق سے علی الاطلاق بہتر و برگزیدہ ہے اس کے بھیجنے سے کیا فائدہ ہوا۔

تعجب ہے! سارے انبیاء علیہم السلام اپنی امتوں میں سے جتنوں کو خدا چاہے نجات دے دیں..... اور ہمارے نبی و مولا صلے اللہ علیہ وسلم اپنی محبوب ترین ہستیوں کو بھی عذاب الٰہی سے نہ بچا سکیں؟ تو حضورؐ کے تقرب الی اللہ، بہتری و شرف کے آخر کیا معنی ہوئے۔

اور سنیئے! حق تعالیٰ حضورؐ کی امت کو فرماتا ہے کہ:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (پ۴ ع ۳)

"ان امتوں میں جو لوگوں کے لیے پیدا ہوئیں تم بہتر ہو۔"

اگر دوزخ میں جانا ہے اور خاتمہ بالخیر کی کوئی صورت نہیں تو پھر یہ اچھی بہتری ہوئی۔ (اللہ ہمیں اپنے فضل سے اس سے بچائے رکھے) اس کے علاوہ اس عقیدہ رکھنے سے حضور اکرمؐ کو صاف صاف جھٹلایا جاتا ہے۔ اس لیے کہ حضورؐ تو آل و اصحاب کے لیے یہ خبر دیں کہ وہ جنت میں داخل ہوں گے اور ہمیشہ وہیں رہیں گے اور وہ روافض و خوارج یہ اعتقاد رکھیں کہ وہ دوزخ میں داخل ہوں گے اور ہمیشہ دوزخی رہیں گے۔

سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ۔ (پ۱۸ ع ۸)

"پاکی ہے اے رب تجھے! یہ تو بڑا بھاری بہتان ہے۔"

www.sirat-e-mustaqeem.com

فصل

ان چیزوں میں سے جو عذاب الٰہی سے نجات دلا سکتی ہیں ایک یہ ہے کہ ادلہ اربعہ (جو قطعی اور یقینی ہیں) کی صحت پر پختہ اعتقاد رکھو، اور وہ چار یہ ہیں:

(۱) کتاب اللہ (۲) سنت رسولؐ (۳) اجماع (۴) قیاس

کتاب سے مراد خداوند غالب و حکیم کی کتاب یعنی قرآن مجید ہے۔ اور سنت سے احادیث صحیحہ نبویہ (ان کے کہنے والے پر صلوٰۃ وسلام ہو) مراد ہیں۔ اور اجماع سے مراد اکثر امت کا وہ اتفاق ہے جو کتاب اور سنت کے مخالف نہ ہو (اور فی الحقیقت امت کا اکثر حصہ کتاب و سنت کا نہ کبھی مخالف ہوا ہے اور نہ کبھی ہو سکتا ہے! اس لیے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ:

لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ (مشکوٰۃ)

"میری امت گمراہی پر مجتمع نہ ہوگی۔"

اور قیاس سے مجتہدین کا کتاب، سنت اور اکثر یا کل صحابہ کے اجماع سے یا ان صحابہ سے جن کی دلیل زیادہ قوی ہو، استنباط اور اخذ مراد ہے۔

اور مجتہدین چار امام ہیں جن کے چار مذہب مشہور ہیں (اللہ ان سے راضی ہو) اور اس بات کی دلیل کہ مذہب چار ہیں کیوں منحصر ہیں اور ان مشہور ائمہ پر اجتہاد مطلق کی کیونکر تخصیص ہے۔ یہ سارے دلائل بڑی کتابوں میں مذکور ہیں۔ یہ جگہ ان کی تفصیل کی نہیں۔

نیچریہ ایک قوم ایسی ہے کہ انہوں نے ان سب دلیلوں کا انکار کیا ہے اور انہوں نے اپنا مذہب طبیعت کی اصلاح اور رعایت پر بنایا ہے۔ چاہے وہ امور شرعیہ میں ہو یا غیر شرعیہ میں۔ اگر طبیعت نماز کی خواہش کرے گی تو نماز پڑھیں گے اور اگر شراب نوشی کی آرزو کرے گی تو شراب پئیں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔

وہ خداوند تعالیٰ اور ملائکہ اور جنوں کا انکار کرتے ہیں اور جہان کے ازلی و ابدی ہونے

www.sirat-e-mustaqeem.com

پر یقین رکھتے ہیں۔ اور حشر ونشر، حساب، میزان، صراط، جنت اور دوزخ کے منکر ہیں۔ ابتدا میں انہیں دہریہ کہا جاتا تھا۔ اس لیے کہ وہ کہتے تھے کہ ہمیں دہر (زمانہ) ہی ہلاک کرتا ہے نہ کوئی اور۔ اور اب انہیں نیچری کہا جاتا ہے۔ اس مصیبت میں آج کل بہت سے سمجھ دار، امیر، حکام، اور معززین باوصف اسلام کے دعوی کے مبتلا ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

اہلِ قرآن اور ایک قوم نے قرآن کا تو اقرار کر لیا کہ یہ کلام الٰہی ہے۔ لیکن احادیث، اجماع اور قیاس کے منکر بنے۔ انہوں نے اپنا نام اہلِ قرآن رکھا ہے۔ جو آج کل اطراف ہند میں پیدا ہوئے ہیں۔ اللہ ان کو رسوا کرے اور ان کی گردنوں میں ٹھوڑیوں تک طوق (طوق ملامت) ڈال دے۔

یہ لوگ اتنا نہیں جانتے کہ شریعت اسلامیہ کا قرآن مجید اجمال ہے اور احادیث نبی کریم اس کی تفصیل ہیں اور شریعت بغیر تفصیل کے تام نہیں ہو سکتی مثلاً اللہ تعالیٰ نے کلام مجید میں نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا امر فرمایا ہے لیکن یہ بیان نہ فرمایا کہ نماز کس طرح اور کتنی رکعتیں ہر وقت میں پڑھی جائیں۔

اور یہ بھی نہیں فرمایا کہ زکوٰۃ کس طرح اور [illegible] دی جائے اور نقود اور چوپایوں کا کیا نصاب ہے۔ یہ سب [illegible] احادیث نبی اکرم نے تفصیل سے بیان فرما دی ہیں جن کو ہم قرآن پاک سے نہ جان سکتے تھے۔

اگر یہ احادیث نہ ہوتیں تو البتہ لوگ سخت پریشانی اور مصیبت میں پڑ جاتے۔

اور اللہ تعالیٰ کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے کہ:

وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَہٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَہُوْا (پ ۲۸ ۴)

"جو تمہارے پاس رسول لائے اس کو لو (اس پر عمل کرو) اور جن چیزوں سے منع کرے اُن سے رک جاؤ۔"

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

www.sirat-e-mustaqeem.com

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (پ ع ۸)

"جس نے رسولؐ کی اطاعت کی پس بہ تحقیق اس نے اللہ ہی کی اطاعت کی ہے۔"

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکام کو یکساں نہیں سمجھتا۔ حق تعالیٰ اس کے حق میں فرمایا:۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ یَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًا ۝ (پ ۶ ع ۱)

"بیشک وہ لوگ جو انکار کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کا اور چاہتے ہیں کہ فرق نکالیں اللہ اور اس کے رسولوں میں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور وہ چاہتے ہیں کہ نکالیں کفر و ایمان کے بیچ بیچ ایک راہ ایسے لوگ یقیناً کافر ہیں اور ہم نے تیار کر رکھا ہے۔ کافروں کے لیے ذلت کا عذاب۔ ایک منصف کو ان رسوا لوگوں کے لیے یہی آیت کافی ہے۔

رافضیہ، خارجیہ، اور معتزلہ وغیرہ اور ایک قوم کتاب اور سنت کا اقرار کرتی ہے لیکن صحابہ اور تابعین اور امت کے اجماع کی منکر ہے۔ یہ لوگ قرآن و حدیث کی اپنے خیالات فاسدہ سے تاویلیں کرتے ہیں اور ان مومنین مقبولین کے راستہ پر نہیں چلتے جن کا حق تعالیٰ نے اپنی کتاب مبین میں ذکر فرمایا ہے۔ ارشاد ہے کہ:

وَ یَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَ سَآءَتْ مَصِیْرًا۔ (پ ۵ ع ۱۴)

"جو چلے گا مسلمانوں کے راستہ کے سوا (دوسرا راستہ) چلاتے رہیں گے۔ ہم اُسے اُسی راستہ پر جس پر وہ چلا اور اس کو دوزخ میں جھونک دیں گے اور وہ بُری جگہ ہے۔"

www.sirat-e-mustaqeem.com

اور اُن کی یہ جماعتیں ہیں، رافضیہ، خارجیہ، معتزلہ، قدریہ، جبریہ وغیرہم وہ گمراہ فرقے جن کو حضورؐ اکرم نے اپنے قول مبارک میں یوں ذکر فرمایا ہے کہ:

سَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلَاثٍ وَّسَبْعِیْنَ فِرْقَۃً کُلُّھُمْ فِی النَّارِ اِلَّا وَاحِدَۃً" الحدیث۔ (مشکوٰۃ باب الاعتصام)

"میری امت تہتر (۷۳) فرقے ہوگی وہ سب دوزخی ہوں گے مگر ایک فرقہ۔"

اور انہوں نے نہ جانا کہ شریعت مطہرہ کے بہت سے احکام اجمال ہی پر باقی تھے۔ یہاں تک کہ صحابہؓ اور تابعین کے زمانہ میں ان کی وضاحت اور تفصیل ہوئی۔

حضورؐ سے حدیث صحیح میں ثابت ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ مِنْ بَعْدِیْ وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ۔ (مشکوٰۃ باب الاعتصام و باب المناقب مختصراً)

"تم اپنے اوپر میری سنت (طریقہ) کو لازم رکھو اور ان خلفاء کی سنت کو جو میرے بعد فیض رساں اور ہدایت یاب ہیں۔" اور فرمایا۔ "میرے اصحابؓ ستاروں کی طرح ہیں جس کی ان میں سے پیروی کروگے ہدایت یاب ہوگے۔"

پس اگر شرع شریف میں صحابہؓ کے دور تک اجمال نہ ہوتا۔ تو البتہ شارع علیہ السلام خلفائے راشدین اور باقی اصحاب کی سنت کی پیروی کا امر نہ فرماتے۔

اور ایک قوم نے کتاب اور سنت اور اجماع صحابہؓ اور تابعین کا اقرار کیا لیکن قیاس مجتہدین کے منکر ہوئے اور اس زمانے میں یہ لوگ ہندوستان میں اہلحدیث کہلاتے ہیں جو وہابیہ کے ساتھ زیادہ مشہور ہیں۔

اور وہابی کی نسبت محمد بن عبدالوہاب نجدی کی طرف ہے جس کو خداوند تعالیٰ نے علم کی بنا پر گمراہ کر دیا تھا۔

یہ شخص ۱۲۲۰ھ (بارہ سو بیس) ہجری میں ظاہر ہوا اور حرمین شریفین پر چڑھائی کر کے متغلب ہوا۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

اس نے اس لڑائی میں علمائے کرام اور مجاورین حرمین شریفین کی بہت بڑی جماعت کو قتل کر دیا اور ان کے مالوں کو لوٹ لیا۔

پھر حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے ان کو محمد علی پاشا مصری کی ہمت وجوانمردی سے (جس کو سلاطین ترکیہ عثمانیہ نے اس مہم پر مامور کیا تھا) لڑائیوں کے بعد ہلاک کیا۔ اور ذلتوں سے نکلوایا۔ جس کا ذکر موجب طوالت ہے اور جس کو شیخ احمد دحلان مکی نے اپنی کتاب تاریخ اسلامیہ میں تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

پھر دوبارہ یہی نجدی ۱۳۴۳ھ (تیرہ سو چوالیس) ہجری میں حرمین شریفین پر متغلب ہوئے اور پہلے سے بڑھ کر افعال شنیعہ کے مرتکب ہوئے اور طائف میں قتل و خونریزی اور مار دھاڑ اور لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم کر دیا اور سارے ممالک حجاز میں مساجد، اور یادگار عمارات اور صحابہ وصالحین کے قبوں کو گرا دیا اور وہ تا دم تحریر بلادِ مقدسہ کو دابے بیٹھے ہیں۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی صورت نکالے۔

آمدم برسر سخن، ان لوگوں کے عقائد جو ہندوستان میں اپنا نام اہلحدیث رکھے ہوئے ہیں یہ ہیں۔ یہ لوگ مجتہدین کے مستنبط (برآوردہ) احکام کو نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ ہم سب قرآن اور حدیث کو سمجھ سکتے ہیں۔ ہمیں علماء میں سے کسی ایک کی تقلید (پیروی) کی حاجت نہیں۔ کاش وہ اسی بات پر اکتفا کرتے، وہ تو یہانتک بڑھے کہ کہنے لگے کہ مجتہدین کی تقلید شرک ہے، یا بدعت، یا فسق (یہ ان کے خیالات کا اختلاف ہے جو ان کی کتابوں میں مذکور ہے)

وہ اتنا نہ جانے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ۔ (پ ۵ ع ۸)

"اگر اس کو (کسی بات کو) پہنچا دیتے رسولؐ اور اپنے اولی الامر تک تو اس کی مصلحت معلوم کر لیتے۔ ان میں سے وہ جو مصلحت معلوم کر سکتے ہیں۔"

اور مراد اولی الامر سے علمائے مجتہدین ہیں۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :

لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ

" میری اُمت گمراہی پر جمع نہ ہوگی ۔" (مشکوٰۃ باب الاعتصام)

اور امت محمدیہ میں سے اہل السنۃ والجماعت نے خیر القرون سے لے کر آج تک انہیں چار مذہب کے اتباع پر اجماع اور اتفاق کیا ہے ۔

اور حضورؐ فرماتے ہیں کہ :-

اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ وَمَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ (مشکوٰۃ باب الاعتصام)

" بڑی جماعت کی پیروی کرو اور جو جماعت سے علیحدہ ہوگا ۔ دوزخ کے لیے بھی علیحدہ کیا جائے گا ۔"

اور بڑی جماعت مقلدین ہی کی ہے جو چار مذاہب مدوّنہ میں سے کسی نہ کسی کی پیروی کرتے ہیں ۔

اس باب میں بہت سے سوال وجواب ہو سکتے ہیں ۔ اگر تم پوری تفصیل چاہو تو ہمارا رسالہ اصول اربعہ دیکھو ، جو وہابیہ کی تردید میں لکھا گیا ہے ۔ اُمید ہے کہ تم اس کو سارے سوال اور جواب میں کافی اور شافی پاؤ گے ۔

فائدہ مہمّہ

شائد تمہارے دل میں یہ خدشہ گزرے کہ ہم پر ان مذاہب کی تقلید کیونکر لازم ہو سکتی ہے جبکہ صراط مستقیم کو قرآن عظیم نے روشن اور مبین کر دیا ہے ، اور اگر کسی قدر قرآن میں اجمال ہے تو اس کو نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث نے واضح بیان کر دیا ہے ۔

اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ ایک تو خود قرآن مجید اور احادیث نبی کریم نے ہمیں تقلید کا حکم دیا ہے صراحۃً یا دلالۃً ۔

قرآن حکیم کا صراحۃً حکم یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ :

وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَہَنَّمَ

www.sirat-e-mustaqeem.com

وَسَاءَتْ مَصِيْراً ۔ (پ۵ ع۱۴)

"جو مسلمانوں کے راستے کے سوا دوسرا راستہ چلے گا ہم اسے چلاتے رہیں گے جس
پر وہ چل رہا ہے۔ یہاں تک کہ پہنچا دیں گے اسے جہنم تک اور وہ
بُرا ٹھکانا ہے۔"

سمجھ دار لوگ جانتے ہیں کہ اُمت مرحومہ میں سے اکثر مومنین نے انہیں مشہور چار مذاہب کی تقلید ہی کو اختیار کیا ہے! اور قرآن پاک کا دلالۃً حکم یہ ہے کہ خداوند پاک اپنے بندوں کو صراطِ مستقیم کے طلب کی یوں تعلیم دیتا ہے کہ کہو۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۔ (سورۃ فاتحہ)

"اے رب! ہمیں ان لوگوں کے صراطِ مستقیم (سیدھے رستے) پر چلا جن پر
تو نے فضل و انعام کیا ہے۔"

پس اصل مطلوب دعا میں صراطِ مستقیم ہی ہے اور صراطِ مستقیم بھی انہی لوگوں کی راہ ہے جن پر اللہ کا انعام ہے یعنی نبیین، صدیقین، شہداء و صالحین۔

اور نمازی کو امر کیا گیا ہے کہ دعا میں جن پر انعام کیا گیا ہے۔ انہی کی تقلید (پیروی) کا سوال کرے جن کو " صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ " سے تعبیر کیا گیا ہے اور سب کے نزدیک یہ بات مانی ہوئی ہے۔ کہ چار امام مذاہب مشہورہ والے (اللہ ان سے راضی ہو) صالحین میں سے تھے اور ان لوگوں میں سے تھے جن پر خداوند تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے۔

سوال: صلحاء ان کے علاوہ اور بھی بہت سے پائے جاتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے
کہ بس انہی چار کی تقلید کی جائے نہ دوسروں کی؟

جواب: امت مرحومہ نے انہی کی تقلید پر اتفاق کیا ہے نہ دوسروں کی تقلید پر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت باطل پر اتفاق نہیں کر سکتی (و نیز ان مذاہب اربعہ کے علاوہ کسی کا مذہب بالتفصیل مُدوَّن بھی نہیں ہوا۔ بعض بعض مسائل میں اقوال منقول ہیں۔ کل امور دین کے مسائل انہیں مذاہب میں مُدوَّن ہیں) اس کے علاوہ یہ اللہ کا فضل

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہے جسے چاہے دے۔ اس پر کسی کا دینا آتا ہے؟

اور حدیث شریف کا صراحۃً حکم یہ ہے کہ آپ فرماتے ہیں:

اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّهٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ (مشکوٰۃ باب الاعتصام)

"بڑی جماعت کی پیروی کرو اور جو اس سے جُدا ہوگا وہ جہنم میں جدا کیا جائیگا۔"

اور اُمت مرحومہ میں "بڑی جماعت" انہی چار مشہور مذاہب کے مقلدین ہی کی ہے۔

اور حدیث شریف کا دلالۃً امر یہ ہے کہ آپ ابو سعید خدری (ایک صحابی) کو فرماتے ہیں:

اِنَّ النَّاسَ لَکُمْ تَبَعٌ وَاِنَّهُمْ سَيَأْتُوْنَكُمْ مِنْ اَقْطَارِ الْاَرْضِ يَتَفَقَّهُوْنَ فِی الدِّيْنِ فَاِذَا جَاءُوْكُمْ فَاسْتَوْصُوْا بِهِمْ خَيْرًا

"لوگ تمہارے تابع ہیں اور وہ تمہارے پاس اطراف روئے زمین سے کھچے ہوئے آئیں گے تاکہ دین میں فقاہت (سمجھ) حاصل کریں تو تم ان سے اچھی طرح پیش آنا۔" (مشکوٰۃ کتاب العلم)

اور آپ فرماتے ہیں کہ:

لَوْ کَانَ الْعِلْمُ بِالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهٗ رِجَالٌ مِنْ هٰٓؤُلَاءِ وَاَشَارَ اِلٰی سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّ وَفِیْ رِوَايَةٍ مِنْ اَبْنَاءِ فَارِسَ (تبییض الصحیفہ)[1]

"اگر علم ثریا کو بھی پہنچ جائے تب بھی اس قوم کے لوگ اُسے پالیں گے اور سلمان فارسی کی طرف اشارہ فرمایا اور ایک روایت میں صاف اس طرح سے وارد ہوا ہے کہ "ابنائے فارس" میں سے اس علم کو پالیں گے۔"

دوسرا جواب یہ ہے کہ قرآن عظیم جو خدائے غالب و دانا کا کلام ہے خداوند تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر ٹکڑے ٹکڑے کر کے تیئس برس میں نازل فرمایا ہے۔ اس کے احکام اوامر اور نواہی اختلاف اوقات زمانہ کے لحاظ سے جدا گانہ نازل ہوتے

---

[1] اس حدیث کی بشارت سے سب محدثین امام اعظم ابو حنیفہ مراد لیتے ہیں اس لیے کہ آپ اصل میں فارسی ہیں۔ ۱۲ منہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

رہے ہیں (یہی وجہ ہے کہ بظاہر بعض آپس میں متباین نظر آتے ہیں) پس بعض ان میں سے ناسخ اور منسوخ ہیں اور بعض محکم و متشابہ ہیں اور بعض مقدم و مؤخر ہیں۔ چنانچہ حق تعالے کا ارشاد ہے کہ:

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشٰبَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ وَ مَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۔ (پ ۳ ع ۹)

"وہی (ذات) ہے جس نے اتاری تم پر کتاب جس کی بعض آیتیں محکم ہیں اور وہی اصل ہیں کتاب کی اور بعض دوسری متشابہ ہیں۔ (کئی معنی دینے والی جن کی حقیقت تک رسائی نہ ہو سکے) پس وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے، وہ پیچھے پڑے رہتے ہیں ان آیتوں کے جو متشابہ ہیں۔ فتنہ و فساد کے ارادہ سے اور ان کے اصل مطلب جاننے کے قصد سے حالانکہ ان کا اصل مطلب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔"

تیسرا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید محب اور محبوب کی آپس میں گفتگو ہے۔ کبھی تو رموز سے خطاب کیا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے الٓمّٓ و الٓمّٓصٓ و حٰمٓ عٓسٓقٓ و طٰسٓ و طٰسٓمّٓ اور کبھی اشارات سے پس کہا جاتا ہے کہ

اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى (پ ۱۶ ع ۱۰)

"رحمان عرش پر قائم ہوا۔"

اور معراج کے قصہ میں فرمایا جاتا ہے کہ:

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰى (پ ۲۷ ع ۵)

"پھر نزدیک ہوا اور اتر آیا پس فاصلہ رہ گیا دو کمانوں کے برابر یا اس سے بھی قریب تر"

اور یہ کہ:

یَوْمَ یُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ (پ ۲۹ ع ۴)

www.sirat-e-mustaqeem.com

"جس دن ساق (پنڈلی) کھولی جائے گی۔"

اور یہ کہ

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ (پ ۲۶ ع ۹)

"جو آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کر رہے ہیں۔"

پس محب اور محبوب کے درمیانی اشارات اور رموز کو ان کے سوا دوسرا جان بھی کیا سکتا ہے۔

اسی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِنَّ لِلْقُرْاٰنِ ظَھْرًا وَّ بَطْنًا وَّ لِلْبَطْنِ بَطْنٌ اِلٰی سَبْعَۃِ بُطُوْنٍ

"قرآن کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن اور اس باطن کا ایک باطن ہے اسی طرح سات باطنوں تک۔"

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مفسرین کا منتہائے کلام قرآن مجید کے بطن اوّل تک ہی محدود ہے اور باقی باطنوں کو عارفین بمقدار اپنے مراتب کے ہی جانتے ہیں اور بس۔

اسی طرح سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث واقعات زمانہ کے اختلاف کے لحاظ سے متباین اور مخالف واقع ہوئی ہیں۔ ان میں بھی ناسخ اور منسوخ ہیں اور مقدم و مؤخر اور راجح و مرجوح۔

ان امور کو ان لوگوں کے علاوہ جو علم حدیث میں مہارت تامہ رکھتے ہیں۔ کوئی نہیں جانتا ان کی (محدثین کی) منتہائے کوشش اور غایت مقصد یہاں تک ہے کہ حدیث کی تصحیح باعتبار متن حدیث کے کریں اور اس کو جانچ اور پرکھ لیں۔ پس وہ اپنی صحیح نیت کی برکت سے اپنے غایت مقصود کو پہنچ گئے ہیں اور انہوں نے اس بارہ میں نہایت مفید اور معتبر کتابیں تصنیف کیں جو مشہور ہیں۔ اور انہوں نے اس کے لیے اصول و قواعد وضع کیے تاکہ راویوں کے مراتب کی تمیز ہو سکے اور انہوں نے صحیح کو سقیم سے اور قوی کو ضعیف سے الگ کر کے رکھ دیا (اللہ پاک ان کو جزائے خیر دے)

لیکن آیات اور احادیث سے احکام کا استنباط کرنا تو یہ مجتہدین کا کام ہے

www.sirat-e-mustaqeem.com

اس لیے کہ ہر ایک فن کے علیحدہ ماہر ہیں ع ہر کسے را بہر کارے ساختند۔

اس بارے میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ :۔

وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ۭ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ (پ ۵ ع ۸)

"اگر اس کو (کسی بات کو) پہنچا دیتے رسول اور اپنے اولی الامر تک تو البتہ معلوم کر لیتے اس کو وہ لوگ جو تحقیق کرتے ہیں اور اگر اللہ کا تم پر کرم نہ ہوتا اور اس کی مہربانی، تو سوائے چند کے تم سب شیطان کی پیروی کرتے۔"

"مراد اولی الامر سے علماء ہیں۔"

اور اگر استنباط کی ضرورت نہ ہوتی تو حق تعالیٰ رسولؐ کے بعد قرآن میں اس کا ذکر ہی کیوں کرتا۔ پس صحت حدیث ایک کام ہے اور اس سے حکم نکالنا (استنباط) دوسرا کام۔ جس طرح سے کہ نحو کے علماء خلیل و سیبویہ وغیرہ ہیں جنہوں نے نحو کی کتابیں تالیف کی ہیں اور عربی کے قواعد کو لغات سے تلاش کر کے نکالا ہے۔ تو ان کے متعلق یہ کسی نے بیان نہ کیا کہ وہ فقہی مسائل کے بھی فتوے دیا کرتے تھے اس لیے کہ یہ ان کا کام نہ تھا۔ اگر نادراً کوئی صورت واقع ہوئی ہو تو اس کا اعتبار نہیں جیسا کہ کہتے ہیں کہ کسائی نحوی سے کسی نے پوچھا کہ جس شخص کو سجدۂ سہو میں سہو ہو جائے تو کیا وہ دوبارہ سجدۂ سہو کرے گا۔ اس پر اس نے کہا کہ میرا گمان ہے کہ دوبارہ سجدہ کی ضرورت نہیں۔ سائل نے کہا کیوں؟ کہنے لگے کہ مصغر کی پھر تصغیر نہیں ہوتی۔

خوارزمی نے اپنی کتاب مسند کبیر میں اپنی سند سے جو امام ابو یوسف کو پہنچتی ہے بیان کیا ہے کہ امام ابو یوسف نے کہا کہ مجھے اعمش ملے اور انہوں نے کہا کہ تمہارے صاحب (ابو حنیفہؒ) عبداللہ ابن مسعودؓ کی مخالفت کرتے ہیں۔ امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ میں نے کہا کس بات میں مخالفت کی ہے تو اعمش نے کہا عبداللہ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ باندی کے بیچ دینے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے اور تمہارے صاحب

www.sirat-e-mustaqeem.com

کہتے ہیں کہ نہیں ہوتی۔" امام ابو یوسف کہتے ہیں میں نے کہا کہ تمہیں نے تو ہم سے یہ حدیث بیان کی تھی کہ باندی کے بیچ دینے سے طلاق نہیں ہوتی۔ اعمش نے کہا کہ میں نے یہ کب کہا ہے۔ ابو یوسف نے کہا کہ تم نے ہم سے حدیث اس سند سے بیان کی تھی کہ آپ روایت کرتے ہیں ابراہیم سے اور وہ اسود سے اور وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہ

عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيَّرَ بَرِيْرَةَ۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ (ایک باندی کا نام ہے) کو (نکاح کے باقی رکھنے کا) اختیار دیا تھا۔"

اس پر ابو یوسف نے کہا کہ اگر باندی کی بیع طلاق ہی ہوتی تو پھر اس اختیار کے کیا معنی تھے۔ اس لیے کہ ام المومنین حضرت عائشہ نے اُسے خرید لیا تھا۔ پس اگر اس کی بیع طلاق ہی ہوتی تو البتہ حضور اکرم اسے کیونکر اختیار دیتے۔ پھر اعمش نے کہا کہ اے ابو یوسف! کیا یہ اسی سے ثابت ہوتا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں اسی سے تو ہوتا۔

امام محمد کہتے ہیں کہ ایک روایت میں ہے کہ اعمش کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ فقہ کی دقیق باتوں کو خوب جانتے ہیں اور پوشیدہ علوم کے باریک نکتوں کو غوامض کی اندھیریوں میں بھی اپنے چراغ قلب کی روشنی سے دیکھ لیتے ہیں انتہی۔

پس اگر قرآن مجید کلی اور جزئی سارے احکام اسلام میں کافی ہوتا تو اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتا کہ:۔

مَا اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (پ ۲۸ ع ۴)۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (پ ۵ ع ۸) وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ (پ ۱۸ ع ۵)

"جن باتوں کا تمہیں رسول امر کریں ان پر عمل کرو اور جن سے نہی فرمائیں ان سے رک جاؤ اور جس نے رسول کی اطاعت کی تو تحقیق اس نے اللہ ہی کی اطاعت کی اور اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی۔"

اس سے صاف معلوم ہوا کہ قرآن کریم کی احادیث نبویہ ہی تفصیل تفسیر اور

www.sirat-e-mustaqeem.com

توضیح ہیں۔ اور اگر احادیث ہی اسلام کے سب احکام جزئیہ کے لیے کافی ہوتیں، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ فرماتے کہ:

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ مِنْ بَعْدِي (مشکوٰۃ)

اَصْحَابِي كَالنُّجُومِ بِاَيِّهِمْ اِقْتَدَيْتُمْ (مشکوٰۃ)

"تم میرے طریقے اور میرے خلفاء راشدین کے طریقے کو (جو میرے بعد ہیں) لازم پکڑو۔" اور یہ کہ "میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں جس کی بھی ان میں سے پیروی کروگے ہدایت پاؤگے۔"

اور اگر صرف خلفائے راشدین اور باقی اصحاب کی ہی سنت سارے واقعات جزئیہ اسلامیہ میں (جو خاص خاص اوقات میں پائے جاتے ہیں) کافی ہوتی تو البتہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ فرماتے کہ:

لَا يَجْتَمِعُ اُمَّتِي عَلَى الضَّلَالَةِ — وَ — عَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الْاَعْظَمِ فَاِنَّهُ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ۔ (مشکوٰۃ)

میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوسکتی اور (یہ کہ) بڑی جماعت کی پیروی کرو جو اس سے جدا ہوگا وہ آگ میں جدا کیا جائے گا۔

یہ اور اس کے علاوہ اور احادیث جن میں اکثر امت کی پیروی کی طرف رغبت دلائی گئی ہے مثلاً حدیث حضرت معاذؓ کے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

اِنَّ الشَّيْطَانَ ذِئْبُ الْاِنْسَانِ كَذِئْبِ الْغَنَمِ يَاْخُذُ الشَّاذَّةَ وَالْقَاصِيَةَ وَالنَّاحِيَةَ وَاِيَّاكُمْ وَالشِّعَابَ عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَالْعَامَّةِ (مشکوٰۃ)

"شیطان انسان کا بھیڑیا ہے بھیڑ بکریوں کے بھیڑیے کی طرح کہ بھٹکی ہوئی اور اکیلی بکری کو پکڑ لیتا ہے اس لیے تم گھاٹیوں سے الگ ہو اور کٹے رُکے نہ ہو بلکہ جماعت اور عموم امت کے ساتھ رہنا لازم پکڑو۔" (روایت کی اس حدیث کی احمد نے)

اور مثل حدیث ابو ہریرہؓ کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

www.sirat-e-mustaqeem.com

مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْاِسْلَامِ عَنْ عُنُقِهٖ (رواہ احمد و ابوداؤد، مشکوٰۃ شریف)

"جو جماعت سے ایک بالشت بھر بھی جدا ہوا تو اسلام کی رسی اس کی گردن سے کھل گئی۔" (روایت کی ہے اس کی احمد اور ابوداؤد نے" مشکوٰۃ شریف)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

وَ یَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِیْرًا ۝ (پ ۵ ع ۱۴)

"جو شخص مسلمانوں کے راستے کے سوا دوسرا راستہ چلے گا ہم اُسے چلاتے رہیں گے جس پر وہ چل رہا ہے اور پہنچا دیں گے اس کو جہنم تک اور وہ بری جائے بازگشت ہے۔"

پس شریعتِ مطہرہ انہی چاروں قطعی اور یقینی دلیلوں کا نام ہے ان کو اپنے اوپر لازم رکھو اور ایک بالشت بھی ان سے جدا نہ ہو۔ اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْاِسْلَامِ عَنْ عُنُقِهٖ۔

"جو جماعت سے ایک بالشت بھی جُدا ہوا تو اسلام کی رسی اس کی گردن سے کھل جائے گی۔" (مشکوٰۃ)

پس دین کا تمام اور کمال ان ہی اَدِلّہ مذکورہ کے التزام سے ہے۔ اور دین کا نقصان ان کے ترک یا بعض کے چھوڑ دینے میں ہے۔

دین ایک گھر کی مثال ہے اور یہ چار دلیلیں اس کی دیواریں ہیں اور توحید اس کی چھت ہے پس جس طرح سے کہ گھر سے مراد چھت ہی ہوتی ہے لیکن چھت بغیر دیواروں کے قائم نہیں رہ سکتی۔ اسی طرح دین اسلام کی چھت اگرچہ توحید اور رسالت ہے لیکن یہ دونوں بغیر ان دیواروں اور ستونوں کے استوار و قائم نہیں رہ سکتے۔ اگر تم کہو کہ دین اسلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے ہی میں کامل ہو چکا اس کی دلیل یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ

www.sirat-e-mustaqeem.com

فرماتا ہے:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (پ ۶ ع ۵)

"آج میں کامل کر چکا تمہارے لیے تمہارا دین اور پورا کیا تم پر اپنا احسان اور پسند کیا اسلام کو تمہارے دین بننے کے لیے۔"

پس کمال کے بعد پھر کیا نقصان ہو سکتا ہے؟

اس کا جواب یہ کہ آیت مذکورہ کمال دین پر بیشک دلالت کرتی ہے لیکن باعتبار امور کلیہ کے نہ بلحاظ امور جزئیہ کے۔ یعنی دین پورے جزیرۃ العرب میں شائع ہو گیا اور مکہ فتح ہو چکا اور اسلام کا غلبہ کفر اور ادیان باطلہ پر ظاہر ہو گیا اور ارکان اسلام روزہ و نماز، زکوٰۃ و حج سب پر واضح ہو چکے۔ یہ اس طرح ہے جیسا کہ حضور فرماتے ہیں کہ "اَلْحَجُّ عَرَفَۃٌ" (حج عرفہ ہے) حالانکہ یہ سب لوگ جانتے ہیں کہ عرفہ کے علاوہ حج کے اور بھی ارکان ہیں لیکن چونکہ عرفہ حج کے بڑے ارکان میں سے تھا۔ اس لیے پورے حج کو عرفہ سے تعبیر کیا گیا۔

اور جس طرح سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ فَمَنْ اَقَامَھَا اَقَامَ الدِّیْنَ وَمَنْ تَرَکَھَا فَقَدْ ھَدَمَ الدِّیْنَ۔

"نماز دین کا ستون ہے جس نے نماز کو قائم رکھا اس نے دین کو قائم رکھا اور جس نے اسے چھوڑ دیا تو اس نے دین کو گرا دیا۔"

اور یہ بات معلوم ہے کہ دین کا قائم رہنا محض نماز ہی پر نہیں ہے بلکہ اس کے اور بھی ارکان ہیں۔ جیسے روزہ، حج، اور زکوٰۃ وغیرہ۔ لیکن نماز چونکہ ان ارکان دین میں زیادہ ضروری تھی۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ستون دین فرمایا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم آیت مذکورہ کے نزول کے بعد تقریباً تین مہینے اس دنیائے فانی میں رونق افروز رہے اور اس زمانے میں آپ نے امر بھی

www.sirat-e-mustaqeem.com

کیے اور نہی بھی فرمائی ہے اور لیا اور دیا بھی ہے۔ تو اگر دین جزئیات کے اعتبار سے بھی تمام اور کامل ہو چکا تھا تو پھر آپ کے اوامر اور نواہی کے لیے کوئی موقع نہیں رہتا اور آپ کے اس ارشاد کے لیے کہ:

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ مِنْ بَعْدِيْ (مشکوٰۃ، باب الاعتصام، مختصراً)

"میرے بعد میری سُنّت اور خلفائے راشدین مہدیین کی سُنّت کو مضبوط پکڑو"

کوئی محمل نہیں نکلتا۔

اور اگر تم کہو کہ خیر القرون کے اکثر لوگ اور سلف صالح اجماع اور قیاس کے انعقاد کے قبل ہی گزر گئے۔ جن کو آپ ارکان دین اور پیشوایان امت سے کہتے ہیں۔ حالانکہ ان کا دین کامل تھا اور بے حد کامل۔

اس کا جواب یہ ہے کہ لوگوں کے چار مرتبے ہیں۔ پہلا مرتبہ ہمارے سردار آقا و مولا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور آپ تمامی لوگوں میں فرد اکمل ہیں اور آپ ایسے مبارک اور برگزیدہ قطب اور مرکز ہیں جس پر پورے اسلام کی چکی گھوم رہی ہے۔ جن کا سینۂ مبارک اللہ تعالیٰ نے کھول دیا تھا اور جن کے ذکر کو بلند فرما دیا ہے۔ اور جن کو ساری خلقت سے اپنے لیے چن لیا ہے۔

اور جن کو علوم اور اسرار سے اس قدر عطا فرمایا ہے کہ سارے جہان میں کسی کو نہیں عطا کیا تو آپ کو اَدِلَّہ اربعہ (چار دلیلوں) میں سے صرف قرآن ہی کافی ہے۔ جو آپ پر نازل ہوا آپ کو اس کے علاوہ اور کسی چیز کی حاجت نہیں۔

دوسرا مرتبہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا ہے۔ ان کا زمانہ زمانوں میں بہترین ہے اور وہ وہی ہیں جن کو خداوند تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور رفاقت کے لیے پسند فرمایا اور ان کے سینوں سے اللہ تعالیٰ نے کھوٹ، اور کینہ اور حسد اور دنیا کی محبت، اور نفس اور شیطان کی خواہشیں اور لذتیں نکال دی تھیں۔ صورتاً بنی آدم لیکن سیرتاً ملائکہ تھے۔ ان کے سینے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت